Globethics Repository

Imam Abu Hanifah Imam al-Aimmah fi al-Hadith Jilid 4 (Imam Abu Hanifah the Imam of Muslim Scholars in Science of Hadith (Part 4)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Minhajul Quran Press
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-17 01:18:45
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/184030

باب پنجم

اَئمہ فقہ و حدیث میں صرف امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی تابعی ہیں

www.MinhajBooks.com

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ معروف ائمہِ فقہ و حدیث میں صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ واحد امام ہیں جو تابعی ہیں۔ آپ کے علاوہ باقی ائمہ کرام امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ صحاحِ ستّہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ) رحمہم اللہ تعالی میں سے کوئی امام بھی تابعی نہیں ہے۔ امام صاحب وہ خوش نصیب ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت نصیب ہوئی، لہٰذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے مطابق امام صاحب طبقہ تابعین میں شامل ہوگئے۔

۱۔ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.(۱)

''تم میں بہترین میرا زمانہ ہے، پھر میرے بعد اُن کا زمانہ جو اِن سے ملیں (یعنی تابعین کا) اور پھر اس کے بعد جو اِن سے ملیں (یعنی تبع تابعین کا زمانہ)۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشهادات، باب لا يشهد علي شهادة جور إذا أشهد، ۲: ۹۳۸، رقم: ۲۵۰۸

۲۔ أيضاً، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳: ۱۳۳۵، رقم: ۳۴۵۰

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم، ۴: ۱۹۶۴، رقم: ۲۵۳۵

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الأيمان والنذور، باب الوفاء بالنذر، ۷: ۱۷، رقم: ۳۸۰۹

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۷، ۴۳۶

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا تَمُسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي.(۱)

''اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔''

اِن احادیث سے صحابی اور تابعی کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے جن کی بناء پر ائمہ کرام نے کسی شخص پر صحابی اور تابعی کا اطلاق کرنے کے لئے ان کی درج ذیل تعریفات کی ہیں۔

صحابی کی تعریف

۱۔ خطیب بغدادی اور ابنِ جماعہ نقل کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) نے صحابی کی تعریف کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

كل من صحبه سنةً أو شهرًا أو يومًا أو ساعةً أو رآه فهو من أصحابه، له من الصحبة على قدر ما صحبه.(۲)

''ہر وہ شخص جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو: ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) آپ کو دیکھا ہو، وہ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ہے۔ اسے اسی قدر شرفِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی۔''

www.MinhajBooks.com

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ وصحبہ، ۵: ۶۹۴، رقم: ۳۸۵۸

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۱: ۵۱

۲۔ ابن جماعۃ، المنهل الروی، ۱: ۱۱۱

۲۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) صحابی کی تعریف کرتے ہیں:

من صحب النبي ﷺ أو رآه من المسلمين فهو من أصحابه.[(۱)]

''مسلمانوں میں سے جس نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط آپ ﷺ کو دیکھا ہو، وہ آپ ﷺ کا صحابی ہے۔''

۳۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) نے صحابی کی درج ذیل تعریف کی ہے اور یہی تعریف علماء کرام میں مقبول اور راجح ہے:

هو من لقي النبي ﷺ مؤمنا به و مات على الإسلام ولو تخلّلت ردّة في الأصحّ. والمراد باللّقاء ما هو أعمّ من المجالسة والمماشاة و وصول أحدهما إلى الآخر وإن لم يكالمه، ويدخل فيه روية أحدهما الآخر سواء كان ذلک بنفسه أو بغيره.[(۲)]

''صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا ہو۔ (مذکورہ تعریف میں) لقاء سے مراد (ایسی ملاقات) ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دوسرے تک پہنچنے اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں صرف کسی مسلمان کا حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دوسرے کو بنفسہٖ یا بغیرہٖ دیکھنا بھی داخل ہے۔''

تابعی کی تعریف

ائمہ کرام نے صحابی کی طرح تابعی کی بھی تعریفات بیان کی ہیں:

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ، ۳: ۱۳۳۵

(۲) عسقلانی، نزهة النظر بشرح نخبة الفكر: ۶۴

۱۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وهو من لقي الصحابي كذلك، وهذا متعلّق باللّقاء.[۱]

’’تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح (جیسا کہ صحابی کی تعریف میں مذکور ہوا۔) اور اِس (تعریف) کا تعلق ملاقات کے ساتھ ہے۔‘‘

۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هو من لقيه وإن لم يصحبه كما قيل في الصحابي، وعليه الحاكم، قال ابن الصلاح: وهو أقرب، قال المصنّف: وهو الأظهر، قال العراقي: وعليه عمل الأكثرين من أهل الحديث.[۲]

’’تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو جیسا کہ صحابی کے بارے کہا گیا ہے، یہی امام حاکم کا مؤقف ہے، ابنِ صلاح نے (اس تعریف پر) کہا: یہ قریب ترین ہے، مصنف (امام نووی) نے کہا: یہ زیادہ واضح ہے، عراقی نے کہا ہے: اکثر محدّثین کا اسی پر عمل ہے۔‘‘

۳۔ معاصرین میں سے شیخ محمد بن علوی مالکی المکیؒ (۱۴۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ اکثر محدّثین نے تابعی کی درج ذیل تعریف کی ہے:

هو من لقي الصحابي مؤمنا ومات على الإيمان وإن لم يصحبه ولم يرو عنه. كما رجّحه ابن الصلاح وغيره.[۳]

’’تابعی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں صحابی سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی فوت ہوا ہو اگرچہ نہ تو اُن کی صحبت اختیار کی ہو اور نہ ہی اُن سے روایت کیا

(۱) عسقلانی، نزهة النظر بشرح نخبة الفكر: ۶۷
(۲) سيوطی، تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی، ۲: ۲۳۴
(۳) محمد بن علوی، المنهل اللطيف فی أصول الحديث الشريف: ۲۴۹

ہو۔ جیسا کہ محدّث ابنِ صلاح اور دیگر نے اس تعریف کو ترجیح دی ہے۔‘‘

امامِ اعظمؒ کے تابعی ہونے پر اکیس ائمہ کی اٹھائیس (۲۸)

تصریحات

معتبر ائمہِ حدیث کی تابعی کے بارے بیان کردہ درجِ بالا تعریفات کی رو سے اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کسی بھی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف دیکھنا ہی ثابت ہو جائے تو آپ تابعی شمار ہوں گے۔ اس پر ہم محدّثین، مؤرخین اور فقہاء کے وہ اقوال بیان کرتے ہیں جن میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امامِ اعظم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔ یہ اقوال درج کرنے کے علاوہ ہم ذیل میں ائمہِ حدیث، فقہ اور تاریخ سے منقول وہ تصریحات بھی تحریر کریں گے جن میں اُنہوں نے صراحتاً امامِ اعظم کو تابعی لکھا ہے۔

ا۔ خود امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصریح

۱۔ خود امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کے بارے میں فرمایا:

رأيت أنس بن مالک قائما يصلي.(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالتِ قیام میں تھے۔‘‘

۲۔ ایک اور روایت میں امام صاحب نے فرمایا:

(۱) ۱۔ ابو نعیم اصبهانی، مسند الإمام أبي حنيفة: ۱۷۶
۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۵

قدم أنس بن مالک الکوفة ونزل النخع رأيته مرارًا.(۱)

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور مقامِ نخع پر اترے، میں نے انہیں کئی بار دیکھا۔‘‘

۲۔ امام ابنِ سعدؒ کی تصریح

۳۔ معروف مؤرخ امام ابنِ سعدؒ (۲۳۰ھ) نے فرمایا:

أنّ أبا حنيفة رأی أنس بن مالک وعبد الله بن الحارث بن جزء.(۲)

’’یقیناً امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔‘‘

۳۔ امام ابنِ ندیمؒ کی تصریح

۴۔ امام ابنِ ندیمؒ (۳۸۵ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وکان من التابعين، ولقي عدّة من الصحابة، وکان من الورعين الزاهدين.(۳)

’’امام ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے، آپ نے متعدد صحابہ کرام سے ملاقات کی، آپ زاہدوں اور متقیوں میں سے تھے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۳: ۱۵۳
۲۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۶۸

(۲) ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضله، ۱: ۱۰۱

(۳) ابن ندیم، الفهرست: ۲۵۵

۴۔ امام دارقطنیؒ کی تصریح

۵۔ امام دارقطنیؒ (۳۸۵ھ) امامِ اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

إنما رأى أنس بن مالک بعينه. (۱)

’’بے شک آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔‘‘

۵۔ خطیب بغدادیؒ کی تصریح

۶۔ خطیب بغدادیؒ (۴۶۳ھ) نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

رأى أنس بن مالک. (۲)

’’آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔‘‘

۶۔ امام سمعانیؒ کی تصریح

۷۔ امام ابوسعید عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (۵۶۲ھ)، امامِ اعظم کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

رأى أنس بن مالک. (۳)

’’آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔‘‘

۷۔ علامہ ابنِ جوزیؒ کی تصریح

۸۔ علامہ ابنِ جوزیؒ (۵۷۹ھ) امامِ اعظم کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں:

(۱) ۱۔ ابن جوزی، العلل المتناهية، ۱: ۱۳۶
۲۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبي حنیفة: ۳۴

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۴

(۳) سمعانی، الأنساب، ۳: ۳۷

ولد سنة ثمانين، رأى أنس بن مالك.[۱]

’’آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔‘‘

۸۔ قاضی ابنِ خلکانؒ کی تصریح

۹۔ قاضی ابنِ خلکان شافعیؒ (۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

وذكر الخطيب في تاريخ بغداد أنه رأى أنس بن مالك.[۲]

’’خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔‘‘

۹۔ امام ذہبیؒ کی تصریح

۱۰۔ نقّاد محدّث امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة.[۳]

’’جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اہلِ کوفہ کے پاس تشریف لائے تو امام صاحب نے اُن کی زیارت کی تھی۔‘‘

۱۱۔ اسی لئے امام ذہبیؒ نے ہی امامِ اعظم کو صراحتاً تابعی بھی لکھا ہے:

وكان من التّابعين لهم إن شاء الله بإحسان، فإنه صحّ أنه رأى أنس

(۱) ابن جوزی، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۸: ۱۲۹
(۲) ابن خلکان، وفيات الأعيان، ۵: ۴۰۶
(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۲۔ ذهبی، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ۲: ۳۲۲

بن مالك إذ قدمها أنس رضی اللہ عنہ.(۱)

''آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اِن شاء اللہ تابعین میں سے ہیں، کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی زیارت کی۔''

۱۰۔ علامہ صفدیؒ کی تصریح

۱۲۔ علامہ صلاح الدین الصفدیؒ (۷۶۴ھ)، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى أنس بن مالك غير مرّة بالكوفة.(۲)

''آپ نے کوفہ میں کئی بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔''

۱۱۔ امام یافعیؒ کی تصریح

۱۳۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن اَسعد یافعیؒ (۷۶۸ھ) امامِ اعظم کے بارے لکھتے ہیں:

مولده سنة ثمانين، رأى أنسا.(۳)

''آپ کی ۸۰ھ میں ولادت ہوئی اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔''

۱۲۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کی تصریح

۱۴۔ حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ) امامِ اعظم کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة، وهو أقدمهم وفاة

---

(۱) ذهبی، مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه أبي يوسف ومحمد بن الحسن: ۷

(۲) صفدی، الوافي بالوفيات، ۲۷: ۸۹

(۳) یافعی، مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ۱: ۳۱۰

لأنه أدرک عصر الصحابة ورأی أنس بن مالک. قیل: وغیره.[1]

’’(امام ابوحنیفہ) اُن چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم ہیں کیونکہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اِن کے علاوہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی زیارت کی۔‘‘

۱۳۔ امام زین الدین عراقیؒ کی تصریح

۱۵۔ حافظ زین الدین عراقیؒ (۸۰۶ھ) نے اپنی کتاب ’’التقیید والإیضاح‘‘ میں تابعی کی تبع تابعی سے روایت کرنے پر بحث کرتے ہوئے امامِ اعظم کا شمار اُن تابعین میں کیا ہے جنہوں نے امام عَمرو بن شعیب تبع تابعی سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الأمر الثالث أنه قد روی عنه جماعة کثیرون من التابعین غیر هؤلاء وهم: ثابت بن عجلان، وحسان بن عطیة، وعبد الله بن عبد الرحمن بن یعلی الطائفي، وعبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، والعلاء بن الحرث الشامی، ومحمد بن إسحاق بن یسار، ومحمد بن جحادة، ومحمد بن عجلان، وأبو حنیفة النعمان بن ثابت......وغیرهم.[2]

’’تیسرا امر یہ ہے کہ ان محدّثین کے علاوہ تابعین کی ایک کثیر جماعت نے بھی (تبع تابعی) عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے، وہ (تابعین) یہ ہیں: ثابت بن عجلان، حسان بن عطیہ، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن یعلیٰ الطائفی، عبدالملک بن

(۱) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱۰: ۱۰۷

(۲) زین الدین عراقی، التقیید والإیضاح: ۳۳۲

عبد العزیز بن جُرَیج، علاء بن الحرث الشامی، محمد بن اسحاق ابنِ یسار، محمد بن جحادہ، محمد بن عجلان اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین کرام۔‘‘

۱۴۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تصریح

۱۶۔ حافظِ حدیث امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)، امامِ اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

النعمان بن ثابت التیمی أبو حنیفة الکوفی مولی بنی تیم الله بن ثعلبة. وقیل: إنه من أبناء فارس، رأی أنسا.[1]

’’امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی الکوفی بنو تیم اللہ بن ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ ابناءِ فارس میں سے ہیں اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔‘‘

۱۷۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعیؒ، امامِ اعظم کی تابعیت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

وقد أورد ابن سعد بسند لا بأس به أنّ أبا حنیفة رأی أنسًا وکان غیر هذین فی الصحابة بعده من البلاد أحیاء. ......

والمعتمد علی إدراکه ما تقدّم علی رؤیته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد فی ’’الطبقات‘‘ فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعین ولم یثبت ذلک لأحد من أئمّة الأمصار المعاصرین له، کالأوزاعی بالشام، والحمادین بالبصرة، والثوري بالکوفة، ومالک بالمدینة، ومسلم بن خالد الزنجي بمکة واللیث بن سعد بمصر. والله أعلم.[2]

(۱) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۳۴

’’ابنِ سعد نے قابلِ قبول سند سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جبکہ اِن دو (عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور انس بن مالک) کے علاوہ کئی اورشہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باحیات تھے۔......

’’بعض صحابہ کی زیارت کرنے پرآپ کے بارے میں قابلِ اعتماد وہی بات ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے جسے ابنِ سعد نے ’’الطبقات‘‘ میں روایت کیا۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں سے ہیں۔ یہ فضیلت آپ کے معاصرین مثلاً شام میں امام اَوزاعی، بصرہ میں ہر دو حماد (حماد بن زید اورحماد بن سلمہ)، کوفہ میں ثَوری، مدینہ میں مالک، مکہ میں مسلم بن خالد زنجی اورمصر میں لیث بن سعد جیسے ائمہ میں سے کسی کے لئے بھی ثابت نہیں، واللہ أعلم۔‘‘

۱۵۔ امام بدرالدین عینیؒ کی تصریح

۱۸۔ امام بدر الدین عینیؒ (۸۵۵ھ)، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے امامِ اعظم کا اُن کی زیارت کرنے کو درج ذیل الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

عبداللہ بن أبي أوفى واسم أبي أوفى علقمة الأسلمي، له ولأبيه صحبة، وهو آخر من مات بالكوفة من الصحابة وهو من جملة من رآه أبو حنيفة من الصحابة.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، ابو اَوفیٰ کا نام علقمہ اسلمی ہے۔ حضرت ابنِ ابی اوفیٰ اور آپ کے والدِ گرامی کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ وہ آخری صحابی ہیں جنھوں نے کوفہ میں وصال فرمایا اور آپ کا شمار اُن جملہ صحابہ میں ہوتا ہے جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی ہے۔‘‘

(۱) بدر الدین عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما یکرہ من الحلف فی البیع، ۱۱: ۲۰۶

۱۹۔ دوسرے مقام پر امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى واسمه علقمة بن خالد بن الحارث الأسلمي المدني، من أصحاب بيعة الرضوان، روى له خمسة وتسعون حديثًا، للبخاري خمسة عشر. وهو آخر من بقي من أصحابه بالكوفة مات سنة سبع وثمانين، وهو أحد الصحابة السبعة الذين أدركهم أبو حنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين سنّ التمييز والإدراك من الأشياء.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، آپ کے والد کا نام حضرت علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی مدنی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ بیعتِ رضوان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں، آپ سے ۹۵ احادیث روایت کی گئی ہیں، (جن میں سے) امام بخاری نے ۱۵ روایت کی ہیں۔ آپ وہ آخری صحابی ہیں جنھوں نے کوفہ میں ۸۷ھ میں وصال فرمایا اور آپ کا شمار ان سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہوتا ہے جن کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ۸۰ھ میں پایا، امام ابوحنیفہ کی عمر اس وقت سات سال کی تھی جو کہ اشیاء کو سمجھنے اور ان میں تمیز کرنے کا وقت ہوتا ہے۔‘‘

۲۰۔ تیسرے مقام پر امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى، واسم أبي أوفى علقمة، مات سنة ست وثمانين، وهو أحد من روى عنه أبو حنيفة رضی اللہ عنہ ولا يلتفت إلى قول المنكر المتعصب.(۲)

(۱) بدر الدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، ۹: ۹۵

(۲) بدر الدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب متی یحل المعتمر، ۱۰: ۱۲۸

''حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، ابو اوفیٰ کا نام علقمہ ہے، آپ کا ۸۶ھ میں وصال ہوا، اور آپ اُن صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا لہٰذا کسی منکر متعصب کی بات کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا۔''

۱۶۔ امام سخاویؒ کی تصریح

۲۱۔ امام شمس الدین سخاویؒ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

(وفی الخمسین ومائة) من السنین الإمام المقلّد أحد من عُدّ فی التابعین (أبو حنيفة) النعمان بن ثابت الكوفي (قضى) أی مات. (۱)

''۱۵۰ھ میں وہ امام جن کی تقلید کی جاتی ہے اور جنہیں تابعین میں شمار کیا جاتا ہے یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی وفات ہوئی۔''

۱۷۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تصریح

۲۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) ''طبقات الحفاظ'' میں امام صاحب کا یوں تعارف کراتے ہیں:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الكوفي، فقيه أهل العراق وإمام أصحاب الرأي، وقيل: إنه من أبناء فارس رأى أنساً. (۲)

''ابو حنیفہ نعمان بن ثابت التیمی الکوفی، اہلِ عراق کے فقیہ اور اصحاب الرائے کے امام، کہا گیا ہے کہ آپ اہلِ فارس میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔''

(۱) سخاوی، فتح المغیث شرح ألفيّة الحديث للعراقي، ۳: ۳۳۷

(۲) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰، رقم: ۱۵۶

۱۸۔ امام قسطلانیؒ کی تصریح

۲۳۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعیؒ (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

(ابن أبي أوفى) عبد اللہ الصحابي ابن الصحابي وھو آخر من مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين وقد كفّ بصره قبل. وقد رآه أبو حنيفة وعمره سبع سنين.(۱)

’’(ابن ابی اوفیٰ) عبد اللہ جو صحابی ابنِ صحابی رضی اللہ عنہم ہیں، آپ ۸۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری ہیں۔ وصال سے قبل آپ نابینا ہو گئے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سات سال کی عمر میں آپ کی زیارت کی تھی۔‘‘

۲۴۔ امام قسطلانیؒ ہی کسی مسئلہ پر ائمہ کرام کا مؤقف بیان کرتے ہوئے امامِ اعظم کو تابعین میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھذا مذھب الجمھور من الصحابة: كابن عباس وعلي ومعاوية وأنس بن مالک وخالد بن الوليد وأبي ھريرة وعائشة وأم ھانئ رضی اللہ عنہم، ومن التابعين: الحسن البصري وابن سيرين والشعبي وابن المسيب وعطاء وأبوحنيفة، ومن الفقھاء: أبويوسف ومحمد والشافعي ومالک وأحمد فی رواية وإسحاق بن راھويه.(۲)

(۱) قسطلانی، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين

(۲) قسطلانی، إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب الصلاة فی الثوب الواحد، ۱: ۳۹۰

''یہ جمہور کا مذہب ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابنِ عباس، حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت انس بن مالک، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو ہریرہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امِ ھانی رضی اللہ عنہم۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری، امام ابنِ سیرین، امام شعبی، امام ابنِ مسیّب، امام عطاء اور امام ابوحنیفہ جبکہ فقہاء میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، یہی مذہب ایک روایت کے مطابق امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ کا بھی ہے۔''

۱۹۔ قاضی حسین بن محمد دیار بکریؒ کی تصریح

۲۵۔ قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکیؒ (۹۶۶ھ)، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تعارف میں بیان کرتے ہیں:

في تذنيب الرافعي يقال: إنه أدرک أنس بن مالک حين نزل الكوفة.(۱)

''امام رافعی کی کتاب تذنیب میں ہے کہ کہا جاتا ہے: جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو امام ابو حنیفہ کا اُن سے سامنا ہوا۔''

۲۰۔ امام ابنِ حجر مکیؒ کی تصریح

۲۶۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ (۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

صحّ كما قاله الذهبي: أنه رأى أنس بن مالک وهو صغير، وفي رواية: رأيته مرارًا وكان يخضب بالحمرة.(۲)

(۱) دیار بکری، تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، ۲: ۳۲۶

(۲) ابن حجر مکی، الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة النعمان: ۳۲

''یہ صحیح ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ نے بچپن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور ایک روایت میں (آپ سے مروی) ہے کہ میں نے انہیں کئی مرتبہ دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔''

۲۷۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ ہی آپ کی تابعیت پر قرآن مجید سے دلیل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فهو من أعيان التّابعين الذين شملهم قوله تعالى ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(۱)۔(۲)

''امام ابوحنیفہ کا شمار ان تابعین میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آتے ہیں: ﴿اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔﴾''

۲۱۔ امام ابنِ عماد حنبلیؒ کی تصریح

۲۸۔ امام عبدالحی بن احمد عکری دمشقی المعروف ابنِ عماد حنبلیؒ (۱۰۸۹ھ)، سَن ۱۵۰ھ کے واقعات قلمبند کرتے ہوئے امامِ اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

مولده سنة ثمانين رأى أنسًا وغيره.(۳)

(۱) التوبة، ۹: ۱۰۰

(۲) ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان: ۳۳

(۳) ابن عماد، شذرات الذهب في أخبار من ذهب، ۱: ۲۲۷

''آپ کا سنِ ولادت ۸۰ھ ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور اِن کے علاوہ کئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔''

امامِ اعظم ابوحنیفہ کی زیارتِ صحابہ اور آپ کے تابعی ہونے پر ائمہ حدیث کی درجِ بالا اٹھائیس (۲۸) تصریحات کے بعد آپ کے تابعی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایسا جلیل القدر رتبہ آپ کے معاصرین میں سے اور بعد ازاں کسی امام کو نصیب نہیں ہوا۔ اِتنی پختہ تصریحات کے بعد بھی امامِ اعظم کی تابعیت پر شک کرنے والوں کے طرزِ عمل کو بقول امام بدر الدین عینیؒ تعصب و عناد، بغض و حسد اور جہالت وہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۲۔ امامِ اعظمؒ کے زمانہ میں بائیس (۲۲) صحابہ حیات تھے

امامِ اعظم کے بارے میں اس بات پر اختلاف ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیات پایا؟ یعنی عدد پر اختلاف ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ نے **چار سے لے کر ۲۲ صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم تک کو اپنی زندگی میں پایا۔ اس پر محدّثین کے درج ذیل اقوال ہیں:

۱۔ امام حسین بن علی الصیمریؒ (متوفی ۴۳۶ھ) نے امامِ اعظم کی حضرت عبد اللہ بن حارث اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم سے ابوبکر ہلالؒ بن محمد ھلال نے کہا ہے:

وقد أدرک أبوحنیفة من الصحابة أیضًا: عبدالله ابن أبي أوفی وأبا الطفیل عامر بن واثلة وهما صحابیان. (۱)

''امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور ابوطفیل عامر بن واثلہ کو بھی پایا ہے۔''

(۱) صیمری، أخبار أبي حنیفة وأصحابه: ۴

۲۔ امام ابنِ ماکولاؒ (۴۷۵ھ)، اِمامِ اعظم کے تعارف میں فرماتے ہیں:

أنه أدرک أربعة من الصحابة. (۱)

''آپ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا تھا۔''

۳۔ قاضی ابنِ خلکانؒ (۶۸۱ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وأدرک أبو حنيفة أربعة من الصحابة. وهم: أنس بن مالک وعبد الله بن أبی أوفی بالکوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمکة. (۲)

''امام ابوحنیفہ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا۔ جو یہ ہیں: کوفہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، مدینہ میں حضرت سہل بن سعد الساعدی اور مکہ میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم۔''

۴۔ امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

ولد سنة ثمانين فی حياة صغار الصحابة. (۳)

''آپ ۸۰ھ میں صِغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (۴) کے زمانے میں پیدا ہوئے۔''

۵۔ امام ابومحمد عبداللہ بن اَسعد یافعیؒ (۷۶۸ھ)، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن ماکولا، الإکمال فی رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی، ۷: ۲۱۶

(۲) ابن خلکان، وفيات الأعيان وأنباء الزمان، ۵: ۴۰۶

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۲۔ أيضاً، الکاشف، ۲: ۳۲۲

(۴) وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کم سِن تھے۔

وكان قد أدرك أربعة من الصحابة، هم: أنس بن مالك بالبصرة، وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدى بالمدينة، وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضی اللہ عنہم.(۱)

''آپ نے (اپنے زمانہ میں) چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا۔ وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالک کو بصرہ میں، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کوفہ میں، حضرت سہل بن سعد ساعدی کو مدینہ میں اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم کو مکہ میں۔''

۶۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أدرك الإمام أبو حنفية جماعة من الصحابة لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة: عبدالله بن أبى أوفى فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها.(۲)

''امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اپنی حیات میں پایا ہے کیونکہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات تھے: اُس وقت کوفہ میں صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے بالاتفاق اس کے بعد وفات پائی اور بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے جن کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی۔''

۷۔ امام محمد بن محمد المعروف ابنِ بزاز کردریؒ (۸۲۷ھ) نے بیان کیا ہے:

واتّفق المحدّثون على أنّ أربعة من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كانوا على عهده فى الأحياء وإن تنازعوا فى روايته عنهم.

---

(۱) يافعى، مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ۱: ۳۱۰

(۲) سيوطى، تبييض الصحيفة بمناقب أبى حنيفة: ۳۴

’’محدّثین اس بات پر متفق ہیں کہ امامِ اعظم کے زمانہ میں چار اصحابِ رسول ﷺ باحیات تھے اگرچہ آپ کا ان سے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔‘‘

ان چار صحابہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، حضرت سہل بن ساعد الساعدی اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں، جن پر محدّثین متفق ہیں کہ امام صاحب نے ان کو باحیات پایا۔

درج ذیل چھ صحابہ کے نام بھی امام کردری نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ　۲۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ　۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ　۶۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[(۱)]

۸۔ محدّثِ سندھ امام محمد بن ہاشم ٹھٹھویؒ (متوفی ۱۱۷۴ھ)[(۲)] نے **۲۱ صحابہ** رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جن کا زمانہ امامِ اعظم نے پایا۔ اُن اکیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی درج

---

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۱۹-۵

(۲) مخدوم محمد بن ہاشم ٹھٹھوی سندھیؒ برصغیر کے اجل محدّثین، فقہاء اور مفسرین میں شمار ہوتے ہیں۔ عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں ان کی ۳۰۰ سے زائد تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے بعض چھپ بھی چکی ہیں۔ محمد ہاشم ٹھٹھویؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے ہمعصر اور استاد بھائی تھے۔ ہاشم سندھیؒ نے مکہ مکرمہ میں دورانِ قیام شیخ ابی طاہر الکردی المدنیؒ سے (۱۱۳۵ھ) میں سندِ حدیث حاصل کی، جبکہ ان ہی سے (۱۱۴۳ھ) میں حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی سندِ حدیث حاصل کی۔ اسی دوران آپ نے مکہ مکرمہ میں (۱۱۳۶ھ) میں اپنی کتاب ”إتحاف الأكابر بمرويات الشيخ عبد القادر“ تحریر کی جو تاحال مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔

ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ
۲۔ حضرت انس بن مالک
۳۔ حضرت عمرو بن حریث
۴۔ حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی
۵۔ حضرت عبداللہ بن اُنَیس
۶۔ حضرت واثلہ بن اَسقَع
۷۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی
۸۔ حضرت سائب بن خَلّاد بن سُوَید
۹۔ حضرت محمود بن ربیع انصاری
۱۰۔ حضرت محمود بن لبید بن عقبہ
۱۱۔ حضرت عبداللہ بن بُسر المازنی
۱۲۔ حضرت ابو اُمامہ الباہلی
۱۳۔ حضرت وابصہ بن معبد
۱۴۔ حضرت ھِرماس بن زیاد الباہلی
۱۵۔ حضرت مقدام بن معدی کرب
۱۶۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی
۱۷۔ حضرت یوسف بن عبداللہ
۱۸۔ حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ
۱۹۔ حضرت سائب بن یزید کِندی
۲۰۔ حضرت عَدَّاء بن خالد بن ھَوذَہ
۲۱۔ حضرت عِکراش بن ذُوَیب بن حرقوص التمیمی رضی اللہ عنہم

آپ مزید لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: یہ وہ حضرات ہیں جن کا زمانہ امام ابوحنیفہ نے پایا اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ اکیس حضرات ہیں۔ اگر مزید جستجو کی جاتی تو اِن شاء اللہ اس میں کچھ اور اضافہ بھی ہو جاتا۔''(۱)

۹۔ علامہ محمد حسن سنبلی رحمہ اللہ (۱۳۰۵ھ) نے امامِ اعظم کے زمانہ میں درج ذیل **۲۲ صحابہ کرام** کے حیات ہونے کو نقل کیا ہے:

(۱) ابن هاشم ٹھٹھوی، إتحاف الأكابر بمرويات الشيخ عبد القادر

۱۔ حضرت انس بن مالک
۲۔ حضرت اسعد بن سھل بن حنیف
۳۔ حضرت بُسر بن اَرطاۃ
۴۔ حضرت سائب بن یزید الکندی
۵۔ حضرت سھل بن سعد الساعدی
۶۔ حضرت ابو اُمامہ صُدَی بن عَجلان
۷۔ حضرت طارق بن شِہاب بَجَلی
۸۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ
۹۔ حضرت عبد اللہ بن بُسر
۱۰۔ حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ
۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل
۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن حارث الزبیدی
۱۳۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی
۱۴۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ
۱۵۔ حضرت ابو طُفیل عامر بن واثلہ
۱۶۔ حضرت عمرو بن حُریث المُخزومی
۱۷۔ حضرت قبیصہ بن ذُوَیب
۱۸۔ حضرت مالک بن حویرث
۱۹۔ حضرت محمود بن لبید
۲۰۔ حضرت مقدام بن معدیکرب
۲۱۔ حضرت مالک بن اَوس
۲۲۔ حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہم (۱)

ائمہ حدیث کی بیان کردہ درجِ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم کی زندگی میں **۲۲ صحابہ کرام** تک حیات تھے جن سے آپ کو علم الحدیث کے استفادہ کا بھرپور موقع حاصل تھا جس کا آپ نے فائدہ اٹھایا۔ اب ہم اس بات کو مزید متحقق کرنے کے لئے کتبِ اسماء الرجال سے اِن ۲۲ صحابہ کے سنینِ وصال درج کریں گے۔

امامِ اعظم کے زمانہ میں حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سنینِ وصال

معتبر کتبِ اسماء الرجال کے مطابق امامِ اعظم کے زمانہ میں حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سنینِ وصال درج ذیل ہیں۔

(۱) سنبلی، تنسیق النظام فی مسند الإمام الأعظم للحصکفی: ۹

۱۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۷ یا ۱۱۰ھ میں ہوئی۔[۱]

۲۔ حضرت ہِرماس بن زَیاد رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۰ھ کے بعد ہوئی۔[۲]

۳۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جَزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کی وفات ثقہ قول کے مطابق ۹۹ھ میں ہوئی۔[۳]

۴۔ حضرت عِکراش بن ذُوَیب رضی اللہ عنہ کی وفات پہلی صدی ہجری کے آخر تک ہوئی۔[۴]

۵۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔[۵]

۶۔ حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات عمر بن عبد العزیز کے دور میں ہوئی، ان کا عہدِ خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوا۔[۶]

۷۔ حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۸ یا ۹۶ھ میں ہوئی۔[۷]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۲۵۰

۲۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۷: ۲۳۰

(۲) عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۷۱

(۳) ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۱۲

(۴) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۲۲۹

(۵) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۲۸

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۷: ۳۰۱

(۶) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۴۴۶

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۳۲: ۴۳۶

(۷) ۱۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۴: ۲۳

۲۔ أیضاً، تهذیب التهذیب، ۵: ۱۳۹

۸۔ حضرت محمود بن لَبِید رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔(۱)

۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ یا ۹۵ھ میں ہوئی۔(۲)

۱۰۔ حضرت مالک بن اَوس رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی۔(۳)

۱۱۔ حضرت سائِب بن یزید بن سعید کِندی رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔(۴)

۱۲۔ حضرت سَہَل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۸ یا ۹۱ھ میں ہوئی۔(۵)

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن ثَعْلَبَہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۹ھ میں ہوئی۔(۶)

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ یا ۸۸ھ میں ہوئی۔(۷)

۱۵۔ حضرت مِقدام بن معدی کَرِب رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔(۸)

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۴۳۴

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۲۲

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۷

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱: ۳۳۰

(۳) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۱۷۲

(۴) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۲۹

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۳: ۳۹۱

(۵) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۹۷

۲۔ ذهبی، الکاشف، ۱: ۴۶۹

(۶) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۳۶

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۵: ۱۴۵

(۷) ۱۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۱۸۱

۲۔ أیضاً، التاریخ الکبیر، ۵: ۲۴

(۸) ۱۔ ذهبی، الکاشف، ۲: ۲۹۰

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۴۵

www.MinhajBooks.com

۱۶۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔(۱)

۱۷۔ حضرت ابواُمامہ الباھلی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔(۲)

۱۸۔ حضرت بُسر بن اَرطاۃ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔(۳)

۱۹۔ حضرت عمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی۔(۴)

۲۰۔ حضرت واثِلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ یا ۸۵ھ میں ہوئی۔(۵)

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۴ یا ۹۰ھ میں ہوئی۔(۶)

نوٹ

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک درج بالا **۲۱ صحابہ کرام** کے سنینِ وصال سے پتہ چلتا ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کا ان میں سے بعض کے ساتھ ملاقات کرنا یا ان کی زیارت سے مستفید ہونا بالکل

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۵۲
۲۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۳: ۱۰۳۱

(۲) ۱۔ کلاباذی، رجال صحيح البخاری، ۱: ۳۶۶
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۳: ۳۶۳

(۳) ۱۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۱: ۲۸۹
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۳۸۱

(۴) ۱۔ بخاری، التاريخ الصغير، ۱: ۱۸۱
۲۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۴۶

(۵) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۴۲۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۸۹

(۶) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۵: ۱۴۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۴: ۳۷۱

درست ہے۔

درجِ ذیل صحابی اور صحابیہ ایسے ہیں جن کی ثقہ اور قابلِ اعتماد تاریخِ وفات پر ائمہِ اسماء الرجال خاموش ہیں لیکن امامِ اعظم کا اِن سے روایت کرنا ثابت ہے:

۲۲۔ حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات کا پتہ نہیں چل سکا کیونکہ امام ابنِ حجر ہیتمی کی تحقیق کے مطابق اس نام کے پانچ صحابہ کرام تھے۔ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب نے جس صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی ہو وہ معروف حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ (۵۴ھ) کے علاوہ ہوں۔ (۱)

۲۳۔ اسی طرح حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا سنِ وفات بھی معلوم نہیں ہوسکا۔

جب کہ باقی تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۲۴۔ حضرت طارق بن شہاب البَجَلی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ (۲)

۲۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی۔ (۳)

۲۶۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۰ تا ۷۰ھ کے درمیان ہوئی۔ (۴)

ایک شبہ کا اِزالہ

اگر امامِ اعظم کی تاریخِ ولادت قولِ معروف ۸۰ھ کو تسلیم کیا جائے تو درج بالا تین صحابہ کرام سے آپ کا لقاء ثابت نہیں ہوتا لیکن بعض محدّثین نے حضرت جابر بن عبداللہ اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات کو بیان کیا ہے اور آپ کا اِن سے

(۱) ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان: ۳۳

(۲) ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۴۸

(۳) ۱۔ سليمان بن خلف الباجي، التعديل والتجريح، ۱: ۴۵۵
۲۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۳: ۱۹۴

(۴) عسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۷: ۲۳۰

روایت کرنے کو ذکر کیا ہے۔ اس کی یہی وجہ قرینِ قیاس ہے کہ انہوں نے آپ کی ولادت کا سال ۶۱ھ/ ۷۰ھ ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے ایسا کیا ہے یا امامِ اعظم نے ان صحابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ واللہ أعلم ورسولہ بالصواب۔

امام بخاریؒ کے نزدیک: پانچ سال کی عمر میں سماعِ حدیث صحیح ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ امامِ اعظم کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لقاء اور اُن سے سماع کرنا بہت چھوٹی عمر میں ہوا۔ اس لئے کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ پانچ یا چھ سال کی عمر میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیسے سماع کر لیا؟

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ محدّثینِ کرام نے پانچ سال تک کی عمر میں سماعِ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب **الجامع الصحیح** میں **کتاب العلم، باب متی یصحّ سماع الصغیر** (چھوٹے بچے کا سماعتِ حدیث کرنا کس عمر میں درست ہوتا ہے؟) کے تحت صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَ أَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

’’مجھے یاد ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈَول سے پانی لے کر میرے چہرے پر کلی کی جبکہ میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔‘‘

جس طرح امام بخاری کی روایت سے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پانچ سال کی عمر میں سماعِ حدیث کرنا درست ثابت ہوتا ہے، اسی طرح امامِ اعظم کا بھی پانچ سال کی عمر میں روایتِ حدیث کرنا صحیح اور قابلِ اعتبار ہے۔

امامِ اعظم کا صحابہ سے روایتِ حدیث کرنے پر اٹھارہ ائمہ کی تحقیقات

امامِ اعظم پر لکھنے والے تمام محدّثین اور مؤرخین کی کتب کے گہرے مطالعے کے بعد یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ امامِ اعظم نے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی بلکہ آپ نے براہِ راست صحابہ کرام سے سماعِ حدیث بھی کیا۔

۱۔ امام فضلؒ بن دُکَین کی تحقیق

امامِ اعظم کے شاگرد اور امام احمدؒ بن حنبل و امام بخاریؒ کے شیخ، امام ابونعیم فضلؒ بن دُکَین (متوفی ۲۱۸ھ) امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك سنة خمس وتسعين وسمع منه.[۱]

''امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ۹۵ھ میں دیکھا اور اُن سے سماع کیا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے سنِ وصال پر ایک قول ۹۵ھ کا بھی ہے لہٰذا عین ممکن ہے کہ امامِ اعظم نے اُن سے اِس سال بھی سماع کیا ہو۔

۲۔ امام یحییٰؒ بن معین کی تحقیق

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد کے شیخ امام یحییٰ بن معینؒ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

أبو حنيفة صاحب الرأي قد سمع من عائشة بنت عجرد.[۲]

---

(۱) صيمرى، أخبار أبى حنيفة وأصحابه: ۴

(۲) يحيى بن معين، تاريخ ابن معين (رواية الدوري)، ۳: ۴۸۰

’’امام ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سماعتِ حدیث کی ہے۔‘‘

بعض علماء نے صحابیہ حضرت عائشہ بنت عَجُرَد رضی اللہ عنہا کو تابعیہ شمار کیا ہے لیکن اَجَل نقّاد محدّث امام یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا حضور نبی اکرم ﷺ سے سماع صراحتاً بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

أن أبا حنيفة صاحب الرأي سمع عائشة بنت عجرد تقول: سمعت رسول الله ﷺ. (۱)

’’امام ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو سنا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔‘‘

اس قول کی بناء پر امامِ اعظم کی حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت بالکل درست اور متحقق ہے۔

۳۔ امام ابوحامد حضرمیؒ کی تحقیق

امام ابو حامد محمد بن ہارون بن عبداللہ حضرمی المعروف بعرانیؒ (۳۲۱ھ) نے تحقیق کرکے امامِ اعظم کی صحابہ سے مرویّات کو ایک جُزء میں جمع کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے اپنی تصنیف ’**المعجم المفهرس** (ص: ۳۶۲، رقم: ۱۰۸۹)‘ میں اِس جزو کا ذکر کیا ہے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ سبط ابن جوزی، الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح: ۴۶۳ (مجموع کتب الإمام الکوثری)
۲۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۳: ۲۲۷

۴۔ امام علی بن محمد بن کاس نخعیؒ کی تحقیق

صاحبِ السنن امام دارقطنیؒ، امام ابنِ شاہینؒ اور امام طبرانیؒ کے شیخ امام علی بن محمد بن حسن بن کاس نخعیؒ (۳۲۴ھ) امامِ اعظم کے فضائل کے ضمن میں فرماتے ہیں:

من فضائله أنه روى عن أصحاب رسول الله ﷺ، فإن العلماء اتفقوا على ذٰلک واختلفوا في عددهم. فمنهم من قال: إنهم ستة وامرأة، ومنهم من قال: خمسة وامرأة، ومنهم من قال: سبعة وامرأة. (۱)

’’امام ابوحنیفہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے، پس علماء اس بات پر متفق ہیں البتہ صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں ان میں اختلاف ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں: چھ صحابی اور ایک صحابیہ، بعض کہتے ہیں: پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ اور بعض بیان کرتے ہیں: سات صحابہ اور ایک صحابیہ (سے آپ نے روایت کیا ہے)۔‘‘

۵۔ امام محمد بن عمر بن جعابیؒ کی تحقیق

محدّثِ اکبر امام ابو بکر محمد بن عمر المعروف ابنِ جعابیؒ (۳۵۵ھ) نے اپنی کتاب ’الانتصار لمذهب أبي حنيفة‘ میں صراحتًا حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جَزء زُبیدی رضی اللہ عنہم سے امامِ اعظم کا سماع بیان کیا ہے۔ (۲)

٦۔ امام ابو نعیم اصبہانیؒ کی تحقیق

امام ابونعیم اصبہانیؒ (۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب ’مسند الإمام أبی حنيفة النعمان بن ثابت الكوفی‘ میں ایک مستقل باب امامِ اعظم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع

(۱) حسن بن حسین طولونی، مناقب الأئمة الأربعة، رقم: ۲۵۳

(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۲۴، ۲۵

کے بیان میں درج ذیل الفاظ سے قائم کیا ہے:

ذكر من رآى من الصحابة وروى عنهم.

''ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جن کو امام ابوحنیفہ نے دیکھا اور جن سے روایت کیا۔''

آگے اُنہوں نے اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں:

أنس بن مالك، وعبد الله بن الحارث بن الجزء الزبيدي، ويقال: عبد الله بن أبي أوفى الأسلمي رضی اللہ عنہم. (۱)

''امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جَزء الزبیدی سے روایت کیا ہے، کہا جاتا ہے: آپ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔''

۷۔ امام حسین بن علی صیمریؒ کی تحقیق

امام ابوعبداللہ حسین بن علی صَیُمَری ؒ (۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب 'أخبار أبي حنيفة وأصحابه' میں امامِ اعظم کے صحابہ سے روایت کرنے پر درج ذیل عنوان سے باب قائم کیا ہے:

من لقي أبو حنيفة من الصحابة وما رواه عنهم.

''امام ابوحنیفہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملے اور ان سے جو روایت کیا۔''

یہ باب باندھنے کے بعد امام صیمری نے امام ابویوسف کے طریق سے امامِ اعظم سے لے کر حضرت عبد اللہ بن حارث بن جَزء اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دو مرفوع متصل احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں۔ (۲)

(۱) أبو نعيم أصبهاني، مسند الإمام أبي حنيفة: ۱۷۵

(۲) صيمري، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۴

امام صیمریؒ کی ذکر کردہ روایات کے حوالے ہم نے اُحادیاتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذیل میں درج کر دیئے ہیں۔

۸۔ امام احمد بن حسین بیہقیؒ کی تحقیق

صاحبِ السنن و الشعب امام احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ) نے امامِ اعظم کے بارے میں بیان کیا ہے:

يقال: أنه لقي من الصحابة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي وأنس بن مالك. (۱)

’’کہا جاتا ہے: آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔‘‘

۹۔ امام ابنِ عبد البرؒ کی تحقیق

امام ابنِ عبد البر اندلسیؒ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

سمع من عبد الله بن الحارث بن جزء فيُعدّ بذلک من التابعين. (۲)

’’امام ابوحنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے لہٰذا اسی وجہ سے آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے۔‘‘

۱۰۔ امام ابو معشر عبد الکریم شافعیؒ کی تحقیق

امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعیؒ (۴۷۸ھ) نے اپنے

(۱) بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ۱: ۱۷۰، رقم: ۱۶۵

(۲) ابن عبد البر، کتاب الکنی

ایک جزء میں امامِ اعظم کی صحابہ سے مرویّات کو روایت کیا ہے۔ اس میں ذکر کرتے ہیں:

قال أبو حنيفة: لقيت من أصحاب رسول الله ﷺ سبعة: أنس بن مالک، عبد الله بن أنيس، وعبدالله بن جزء الزبيدي، وجابر بن عبد الله، ومعقل بن يسار، و واثلة بن الأسقع، عائشة بنت عجرد رضی اللہ عنہم.

ثم روى له عن أنس ثلاث أحاديث، وعن ابن جزء حديثًا، وعن واثلة حديثين، وعن جابر حديثًا، وعن عبد الله بن أنيس حديثًا، وعن عائشة بن عجرد حديثًا وروى له أيضاً عن عبد الله بن أبى أوفى حديثًا.(۱)

''امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میں نے سات اصحابِ رسول ﷺ سے ملاقات کی ہے، جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن انیس، حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

''پھر آپ نے حضرت انس سے تین احادیث، حضرت ابنِ جزء سے ایک حدیث، حضرت واثلہ سے دو حدیثیں، حضرت جابر سے ایک حدیث، حضرت عبد اللہ بن انیس سے ایک حدیث، حضرت عائشہ بنت عجرد سے ایک حدیث اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی۔''

امام ابومعشر طبری کے اس جُزء کا تذکرہ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے اپنی تصنیف 'المعجم المفهرس (ص: ۳۷۸، رقم: ۱۱۳۳)' میں بھی کیا ہے۔

(۱) سیوطی، تبییض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۳۳

۱۱۔ امام موفق بن احمد مکیؒ کی تحقیق

امام مُوَفق بن احمد المکیؒ (۵۶۸ھ) نے اپنی کتاب میں درج ذیل الفاظ سے باب باندھا ہے اور اس باب کے تحت انہوں نے امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات کو اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

الباب الثالث: في ذكر من لقي من الصحابة وروايته عنهم.(۱)

’’تیسرا باب: امام ابوحنیفہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے اور ان سے روایت کرنے کا بیان۔‘‘

اس بات کے تحت اِمام موفق نے امامِ اعظم کی رِوایات کو متصل اسانید کے ساتھ حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت عبد اللہ بن اُنَیس، حضرت واثلہ بن اَسقع اور حضرت عائشہ بنت عَجرَد رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔

۱۲۔ امام سبط ابنِ جوزیؒ کی تحقیق

امام یوسف بن فرغل المعروف سبط ابنِ جوزیؒ (۶۵۴ھ) نے اپنی کتاب ’الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح‘ میں امامِ اعظم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے پر درج ذیل عنوان سے باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت احادیث ذکر کی ہیں:

الباب الرابع: في ذكر من لقي من الصحابة و روى عنه.(۲)

’’چوتھا باب: امام ابوحنیفہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے اور ان سے روایت کرنے

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۲۴

(۲) سبط ابن جوزی، الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح (مجموع كتب الإمام الكوثری): ۴۵۹

کا بیان۔‘‘

۱۳۔ امام خوارزمیؒ کی تحقیق

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (٦٦٥ھ) اپنی کتاب ’جامع المسانید‘ کی نوعِ ثالث کا عنوان یوں تحریر کرتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التي لم يشاركه فيها أحد بعده أنه روى عن أصحاب رسول الله ﷺ.

﴿فإنّ العلماء﴾ اتفقوا على ذلک وإن اختلفوا فی عددهم. فمنهم من قال: إنهم ستة وامرأة، ومنهم من قال: خمسة وامرأة، ومنهم من قال: سبعة وامرأة.[1]

’’امامِ اعظم کے ایسے مناقب اور فضائل کا بیان جو آپ کے بعد کسی کے حصہ میں نہیں آئے، بے شک آپ نے اصحابِ رسول ﷺ سے روایت کیا ہے۔

’’علماء اس بات پر متفق ہیں مگر ان کا صحابہ کے عدد میں اختلاف ہے، ان میں سے کسی نے کہا: چھ صحابہ اور ایک صحابیہ، کسی نے کہا: پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ، اور کسی نے کہا: سات صحابہ اور ایک صحابیہ۔‘‘

۱۴۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کی تحقیق

حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں بیان کرتے ہیں:

ذكر بعضهم: أنه روى عن سبعة من الصحابة. فالله أعلم.[2]

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۲۲

(۲) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱۰: ۱۰۷

’’بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت کیا ہے۔ فاللہ أعلم۔‘‘

۱۵۔ امام عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ کی تحقیق

امام عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ (۷۷۵ھ) نے امامِ اعظم سے روایات پر مشتمل جزء تالیف کیا اور آپ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایات کو بیان کیا۔ اس سلسلے میں وہ امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

أدعی بعضهم أنه سمع ثمانية من الصحابة. وقد جمعهم غير واحد فی جزء و روينا هذا الجزء عن بعض شيوخنا. و ذكرت هذا الجزء من سمعه من الصحابة ومن رآه.

’’والذي سمعه‘‘ منهم رضی الله تعالی عنهم أجمعين: عبدالله بن أنيس، وعبد الله بن جزء الزبيدي، وأنس بن مالک، وجابر بن عبد الله، ومعقل بن يسار، وواثلة بن الأسقع وعائشة بنت عجزد. (۱)

’’ائمہ میں سے بعض نے دعوی کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے سماع کیا۔ کئی محدّثین نے ان کو (الگ الگ) جزء میں جمع کیا ہے اور ہم نے بھی اس جزء کو اپنے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے۔ میں نے اس جزء میں ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن سے آپ نے سماع کیا اور جن کی زیارت کی۔

’’آپ نے صحابہ کرام میں سے ان حضرات سے سماع کیا: حضرت عبد اللہ بن اُنیس، حضرت عبد اللہ بن جَزء زُبیدي، حضرت اَنس بن مالک، حضرت جابر بن

(۱) عبد القادر قرشی، الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۲۱

عبداللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجزد رضی اللہ عنہم۔‘‘

۱۶۔ امام ابنِ حجر مکی شافعیؒ کی تحقیق

امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ (۹۷۳ھ) نے امامِ اعظم کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کُل **۱۷ صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم سے سماع کرنا بیان کیا ہے۔ جن میں سے امام ہیتمی نے حضرت عمرو بن حُریث، حضرت عبد اللہ بن اُنیس، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہم سے امامِ اعظم کے سماعِ حدیث پر وارد اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

درجِ بالا صحابہ کرام کے علاوہ امام ہیتمی نے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ، حضرت سہل بن ساعد الساعدی، حضرت سائب بن خلاّد بن سُوید، حضرت سائب بن یزید بن سعید، حضرت عبد اللہ بن بُسر اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم کے صرف سنینِ وصال درج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور امامِ اعظم کا اِن سے سماع کرنے کے حوالے سے کسی قسم کے کوئی اعتراض کا ذکر نہیں کیا۔[1]

۱۷۔ امام ابنِ عماد حنبلیؒ کی تحقیق

امام عبدالحی بن احمد عکری حنبلی المعروف ابنِ عمادؒ (۱۰۸۹ھ) فرماتے ہیں:

وذكر الحافظ العامري في تأليفه الرياض المستطابة وكذلك ملخصّه صالح ابن صلاح العلائي، ومن خطه نقلت: أن الإمام أباحنيفة رأى عبد الله بن الحارث بن جزء الصحابي وسمع منه

---

(۱) ابن حجر هيتمی، الخيرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۳۳۔ ۳۵

قوله ﷺ: من تفقّه فی دين الله كفاه الله همّه و رزقه من حيث لا يحتسب. (۱)

’’(اس تحقیق کو) حافظ عامری نے اپنی تالیف ’’الرياض المستطابة‘‘ میں ذکر کیا ہے جس کی صالح بن صلاح علائی نے تلخیص کی ہے۔ میں نے اُنہی کے خط سے (اِس تحقیق کو) نقل کیا ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء صحابی کو دیکھا اور ان سے حضور ﷺ کا یہ فرمان سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔‘‘

ائمہ کرام کی درجِ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷺ صحابہ کرام ﷺ کی زیارت کر کے نہ صرف شرفِ تابعیت سے بہرہ ور ہوئے بلکہ آپ نے صحابہ سے براہِ راست احادیثِ مبارکہ بھی روایت کیں۔

آخر میں امام ابنِ بزاز کردری کی تحقیق درج کی جاتی ہے۔

۱۸۔ امام ابنِ بزاز کردریؒ کی تحقیق

امام ابنِ بزاز کردریؒ (۸۲۷ھ) نے امامِ اعظم کی دس (۱۰) صحابہ کرام ﷺ سے ملاقات اور ان سے مروی روایات بیان کرنے کے بعد ائمہ کے دو طرفہ اقوال کو مدّنظر رکھتے ہوئے امامِ اعظم کی صحابہ کرام ﷺ سے ملاقات کو خلاصۃً یوں بیان کیا ہے:

فالحاصل أن جماعة من المحدّثين أنكروا ملاقاته مع الصحابة. وأصحابه أثبتوه بالأسانيد الصحاح الحسان وهم أعرف بأحواله

(۱) ابن عماد، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، ۱: ۲۲۸

منهم. والمثبت العدل العالم أولی من النافي. وقد جمعوا مسنداته فبلغت خمسين حديثًا يرويه الإمام عن الصحابة.(۱)

’’خلاصۂ بحث یہ ہے کہ محدّثین کی ایک جماعت نے امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ملاقات کا انکار کیا ہے جبکہ آپ کے شاگردوں نے اسے صحیح حسن اسانید کے ساتھ ثابت کیا ہے اور وہ محدّثین کی نسبت آپ کے احوال سے زیادہ واقف ہیں۔ (قاعدہ ہے کہ) مثبت عادل عالم، نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی مسانید میں امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی پچاس (۵۰) کے لگ بھگ اَحادیث کو جمع کیا ہے۔‘‘

امام ابنِ بزاز کردری نے **دو اصول** بیان کر کے امامِ اعظم کا صحابہ کرام سے روایت کرنے کو محقّق اور مثبت کر دیا ہے۔

۱۔ امام کردری نے سب سے پہلے بیان کیا ہے کہ اگرچہ بعض محدّثین نے امامِ اعظم کا صحابہ سے ملاقات کرنے کا انکار کیا ہے لیکن امامِ اعظم کے ہاں روز و شب بسر کرنے والے اور ان سے دین میں تدبر و تفقہ سیکھنے والے اور حدیث روایت کرنے والے شاگردوں نے آپ کی صحابہ کرام سے ملاقات اور روایت کو صحیح حسن اسانید کے ساتھ ثابت کیا ہے لہٰذا قریب رہنے والوں کی شہادت ملنے کے بعد کسی دوسرے کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

۲۔ امام کردری نے دوسری بات اصول کی بنیاد پر یہ کہی ہے کہ مُثبِت عادل عالم کو نفی کرنے والے پر فوقیت و برتری حاصل ہوتی ہے۔ اس اُصول کو مدّنظر رکھا جائے تو ایک طرف امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ماننے والے آپ کے بذاتِ خود شاگرد ہیں جو کہ مثبت موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف اس موقف کے برعکس ائمہ ہیں لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے بھی مثبت کو نافی پر ترجیح دیتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ امامِ اعظم

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۰، ۲۱

ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے ملاقات کی اور ان سے حدیث کا سماع کیا۔

خلاصۂ بحث

اِس سارے باب کا خلاصہ یہ ہوا کہ امامِ اعظم نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہو کر تابعی کہلائے بلکہ آپ نے براہِ راست اُن سے سماعِ حدیث بھی کیا۔ اِن دو صفاتِ عظیمہ کی بدولت آپ کا شمار جلیل القدر محدّثین تابعین میں ہوتا ہے اور یہ ایسا بلند رتبہ ہے جو آپ کے معاصرین یا آپ کے بعد کسی بھی حدیث و فقہ کے امام کو نصیب نہیں ہوا۔

باب ششم

اِمامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اَخذِ علم الحدیث کے مراکز

www.MinhajBooks.com

امامِ اعظم جب اس عالمِ رنگ و بو میں فروکش ہوئے تو اس وقت کا سارا عالمِ اسلام بشمول عراق و مصر علم الحدیث کی ضیا بار خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ طالبانِ علم الحدیث مشرق و غرب سے ائمہِ دین کی خدمت میں آتے اور سالہا سال تک حصولِ فیض فرماتے۔ اُس وقت درج ذیل مقامات خصوصی اہمیت کے حامل تھے، اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے انہی چار مقامات سے بطور خاص علم الحدیث حاصل کیا تھا:

۱۔ کوفہ ۳۔ مکہ مکرمہ

۲۔ مدینہ منورہ ۴۔ بصرہ

اُس دور میں ان مقامات پر ہزارہا محدّثین صحابہ اور تابعین موجود تھے جو اَطراف و اَکناف سے آنے والے سینکڑوں طُلّاب کو علم الحدیث کے چشمۂ فیض سے سیراب کر رہے تھے۔ ان میں سے کوفہ، امامِ اعظم کا مولد و مسکن بھی تھا جو اِن چاروں مراکزِ حدیث میں سے بوجوہ ممتاز و منفرد حیثیت کا حامل تھا (جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔) امامِ اعظم اسی شہر میں پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری چند سالوں کے سوا (جب وہ بغداد منتقل ہو گئے تھے) عمر بھر یہاں پر ہی قیام فرما رہے۔ اس طرح آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کے تمام ماہ و سال مدینۃ علم الحدیث کوفہ میں ہی گزرے۔ امامِ اعظم نے تحصیلِ علم الحدیث کے لیے کوفہ کے علاوہ جن شہروں کا بطورِ خاص سفر کیا ان میں حرمین شریفین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور بصرہ شامل ہیں۔ امامِ اعظم نے علم الحدیث کے ان عظیم مراکز کا کئی بار سفر کیا اور کئی کئی سال وہاں پر موجود محدّثینِ عظام سے علم الحدیث کی تحصیل کی۔ امامِ اعظم کا مولد اور مسکن ہونے کی نسبت ہم سب سے پہلے

علم الحدیث میں کوفہ کے علمی مقام و مرتبہ پر تفصیلاً روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

کوفہ: علم الحدیث کا عظیم مرکز

علم الحدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی آبیاری میں کوفہ کی بلند پایہ علمی و فنی خدمات کو جاننے کے لئے اس شہر کی تاریخی حیثیت، یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آباد کاری، تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں نظامِ تعلیم و تربیت کا آغاز و ارتقاء اور وہاں مقیم وارثانِ علمِ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد سے آگاہی ازحد ضروری ہے۔ لہٰذا ہم سب سے پہلے تاریخی نکتۂ نظر سے دیکھیں گے کہ اس عظیم علمی شہر کی بنیاد رکھنے والے صاحبانِ علم کون تھے؟

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عہدِ فاروقی میں کوفہ آمد اور اقامت

تاریخی اعتبار سے ۱۷ ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوفہ میں آمد کے وقت اس شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ، مدائن اور جلولاء کے معرکوں سے فراغت کے بعد اس شہر کی بنیاد رکھی اور اس کو فوجی چھاؤنی اور سرائے کی حیثیت سے آباد کیا۔ لیکن جلد ہی یہ شہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد میں آمد اور آباد کاری کے سبب علم و فن اور تقویٰ و طہارت کی آماجگاہ بن گیا اور اسلام کی عظیم تہذیب و ثقافت کا علمبردار بن کر آئندہ کئی صدیوں تک علم و فکر کا عظیم مرکز بنا رہا۔

۱۔ امام عبد الحمید بن جعفرؒ تبع تابعی (متوفی ۱۵۳ھ) شہرِ کوفہ کی بنیاد رکھنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب كتب إلى سعد بن أبي وقاص يأمره أن يتّخذ للمسلمين دار هجرة وقيروانا وأن لا يجعل بينه وبينهم بحرا، فأتى الأنبار وأراد أن يتّخذها منزلا فكثر على الناس الذباب

فتحوّل إلی موضع آخر فلم یصلح. فتحوّل إلی الکوفة فاختطها وأقطع النّاس المنازل وأنزل القبائل منازلهم وبنی مسجدها وذلک فی سنة سبع عشرة.(۱)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ مسلمانوں کے لئے کوئی دارِ ہجرت اور قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ بنائی جائے اور (وہ جگہ ایسی ہو جس میں) آپ کے اور ان کے درمیان کوئی سمندر حائل نہ ہو۔ سَو آپ اَنبار آئے اور اسے گھر بنانا چاہا تو وہاں مکھیوں کی کثرت کے باعث آپ دوسری جگہ چلے گئے مگر وہ جگہ بھی مناسب ثابت نہ ہوئی۔ پس آپ نے کوفہ تشریف لا کر اس کی داغ بیل ڈالی، لوگوں کے لئے مکانات بنائے اور قبیلوں کو اپنے اپنے گھر فراہم کئے نیز وہاں مسجد تعمیر کی اور یہ سب کچھ ۱۷ھ میں ہوا۔''

۲۔ امام ابنِ جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) سن ۱۷ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارتحل سعد بالنّاس من المدائن حتی عسکر بالکوفة فی المحرّم سنة سبع عشرة، وکان بین وقعة المدائن و نزول الکوفة سنة و شهران. وکان بین قیام عمر و اختطاط الکوفة ثلاث سنین و ثمانیة أشهر. اختطت سنة أربعة من إمارة عمر فی المحرّم سنة سبع عشرة من التأریخ.(۲)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کر کے محرم ۱۷ھ کو کوفہ

(۱) بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۷۴

(۲) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۴۷۸

میں لشکر ٹھہرایا، واقعہ مدائن پیش آنے اور کوفہ میں ٹھہرنے کا درمیانی عرصہ ایک سال اور دو ماہ کا بنتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے قیام اور کوفہ کی حد بندی کرنے کا درمیانی عرصہ تین سال اور آٹھ ماہ کا ہے۔ کوفہ کی حد بندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ امارت میں محرم مؤرّخہ ۱۷ھ کو ہوئی۔‘‘

۳۔ حافظ ابنِ کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) سن ۱۷ھ میں رونما ہونے والے واقعات کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی المحرّم منها انتقل سعد بن أبي وقاص من المدائن إلى الكوفة، و ذلک أن الصّحابة استوخموا المدائن، و تغيّرت ألوانهم، و ضعفت أبدانهم لكثرة ذبابها و غبارها. فكتب سعد إلى عمر في ذلک، فكتب عمر: إن العرب لا تصلح إلا حيث يوافق إبلها. فبعث سعد حذيفة و سلمان بن زياد يرتادان للمسلمين منزلا مناسبا يصلح لإقامتهم. فمرّا على أرض الكوفة وهي حصباء في رملة حمراء فأجبتهما......

ثم كتبا إلى سعد بالخبر، فأمر سعد باختطاط الكوفة، وسار إليها في أوّل هذه السّنة في محرّمها، فكان أوّل بناء وضع فيها المسجد. (۱)

’’اس سال محرم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدائن سے کوفہ منتقل ہوئے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدائن کی آب و ہوا موافق نہ آئی، ان کے رنگ متغیر ہو گئے اور جسم ماحولیاتی آلودگی اور مکھیوں کی کثرت کے سبب کمزور ہوگئے۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معاملہ لکھ بھیجا تو حضرت

(۱) ابن كثير، البداية و النهاية، ۵: ۱۴۷۔ ۱۴۸

عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: عربوں کو وہی جگہ موافق آتی ہے جو ان کے اونٹوں کے لئے بہتر ہو۔ سو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حذیفہ اور سلمان بن زیاد کو مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا وہ دونوں کوفہ کی سرزمین پر سے گزرے جو کہ سرخ ریت میں سنگریزوں پر مشتمل زمین تھی تو وہ ان کے دل کو بھا گئی۔...... ان دونوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھ دیا تو حضرت سعد نے کوفہ کی حد مقرر کرنے کا حکم دیا اور اسی سال محرم میں آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے اور سب سے پہلے وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔‘‘

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں کوفہ کی شان

کوفہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ کوفہ کے حوالے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیالات ایک جیسے تھے۔ وہ کوفہ کو عسکری لحاظ سے ایک مضبوط قلعہ تصور کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آنے والے دور میں کوفہ کو تمام مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ قرار دیتے تھے۔ اہلِ حجاز کی طرح مستقبل میں اس کے باسیوں کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا تذکرہ فرماتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس شہر کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی جو ’’مستجاب الدعوات‘‘ تھے ان کے ہمراہ بعد ازاں کئی صحابہ کرام اور ہزاروں تابعین آکر آباد ہوگئے تھے جو صوم وصلوٰۃ کے پابند، متقی و پرہیزگار اور جذبۂ شوقِ شہادت سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی لبریز تھے۔ ان نفوسِ قدسیہ کی برکات بذاتِ خود اس شہر کے تقدس مآب ہونے کے لئے بڑی حجت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی صحابہ کرام نے کوفہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ذیل میں ان میں سے بعض کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

صحابہ کرام و تابعین اور دیگر اہلِ اسلام ایک بڑی تعداد میں مختلف جہتوں اور علاقوں سے آ کر کوفہ میں آباد ہوگئے تھے۔ اسلام کے ہمہ گیر نظامِ اخوت نے، مختلف المقام ہونے کے باوجود، ان سب کو تسبیح کے دانوں کی طرح آپس میں باہم مربوط کردیا تھا اور اُن کے دلوں میں غلبۂ اسلام کا جوش و خروش پیدا کردیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ وہ اسلام کو پیش آنے والے ہر معرکہ میں سرِ فہرست رہے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ کوفہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں خصوصی رائے رکھتے تھے اور اسے اچھے الفاظ اور خاص تراکیب سے یاد فرماتے تھے۔

۱۔ حضرت نافع بن جبیر بن مطعمؒ تابعی (متوفی ۹۹ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بالكوفة وجوه الناس.(۱)

’’کوفہ میں تمام جہتوں سے لوگ جمع ہیں۔‘‘

۲۔ امام عامر بن شراحیل شعبیؒ (متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

كتب عمر بن الخطاب إلى أهل الكوفة، إلى رأس أهل الإسلام.(۲)

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۵
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۶
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۵
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۷
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف یہ الفاظ لکھے: ''إلی رأس أهل الإسلام'' (اہلِ اسلام کے مرکز کی طرف)۔''

۳۔ دوسری روایت میں امام عامر شعبیؒ سے ہی یہ الفاظ مروی ہیں:

کتب عمر بن الخطاب إلی أهل الکوفه، إلی رأس العرب.(۱)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کو یوں لکھا: ''إلی رأس العرب'' (عرب کے مرکز کی طرف)۔''

۴۔ امام شمر بن عطیہ، بنو عامر کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

رُمح اللّٰه وکَنز الإیمان وجُمُجُمَة العرب. یجزون ثغورهم ویمدون الأمصار.(۲)

''کوفہ والے، اللہ کا نیزہ، ایمان کا خزانہ اور عرب کا دماغ (یعنی سردار) ہیں۔ وہ اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کو پھیلاتے ہیں۔''

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے زیرک، معاملہ فہم اور ماہرِ معاشرت و معیشت شخصیت

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵
۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۸
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵، ۶
۲۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۵۰
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷
۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۲۵

نے کوفہ کو اہلِ اسلام اور اہلِ عرب کا مرکز قرار دیا تو صاف ظاہر ہے اس کی بہت سی وجوہات ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں جب مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ کسی اور جگہ منتقل کرنے کی نوبت آئی تو سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نظرِ انتخاب بھی کوفہ پر ہی پڑی۔ مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کوفہ کی سیاسی، معاشی اور عسکری اہمیت کے پیشِ نظر اپنا دار الخلافہ کوفہ منتقل کرنے سے قبل بھی اسے اچھے الفاظ میں یاد فرماتے تھے۔

۵۔ حضرت اصبغ بن نباتہ تابعیؒ سے روایت ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة جمجمة الإسلام و كنز الإيمان وسيف الله ورمحه، يضعه حيث يشاء، و أيم الله، لينصرن الله بأهلها فی مشارق الأرض ومغاربها كما انتصر بالحجارة. (۱)

''کوفہ، اسلام کا دماغ، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے، وہ اسے جہاں چاہے رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور دنیا کے مشارق اور مغارب میں اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے اہلِ حجاز کی مدد کی۔''

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يا أمير المؤمنين! والله! إن الكوفة للهجرة بعد الهجرة وإنها لقبة الإسلام وليأتينّ عليها يوم لا يبقي مؤمن إلا أتاها و حنّ إليها، والله لينصرنّ بأهلها كما انتصر بالحجارة. (۲)

''یا امیر المؤمنین! اللہ رب العزت کی قسم! بے شک مدینہ کے بعد اگر کوئی مقام

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

(۲) ۱۔ طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۴۸۷

۲۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ۴: ۲۲۳

جائے ہجرت ہے تو وہ کوفہ ہے کیونکہ وہ اسلام کا قبہ ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر مؤمن اس کی طرف آئے گا اور اس کی طرف مائل ہوگا، اللہ تعالیٰ ضرور اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے حجاز کی مدد کی۔‘‘

۷۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

أهل الکوفة أهل اللّٰه وهي قبّة الإسلام يحنّ إليها کلّ مؤمن. (۱)

’’کوفہ کے رہنے والے اہل اللہ ہیں اور کوفہ اسلام کا قبہ ہے عنقریب ہر مومن اس کی طرف مشتاق ہوگا۔‘‘

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

۸۔ امام جندب ازدیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ سے آئے تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا:

الکوفة قبّة الإسلام. (۲)

’’کوفہ، اسلام کا قبہ ہے۔‘‘

۹۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الکوفة قبّة الإسلام و أهل الإسلام. (۳)

’’کوفہ، اسلام اور اہلِ اسلام کا قبہ (وجہ عزت وشہرت) ہے۔‘‘

۱۰۔ جندب ازدیؒ ہی کہتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی

---

(۱) ياقوت بن عبد اللّٰه الحموی، معجم البلدان، ۴: ۴۹۲

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۷، رقم: ۳۲۴۴۲

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

طرف نکلے تو آپ نے کوفہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

قبّة الإسلام، ما من أحصاص يدفع عنها ما يدفع عن هذه الأحصاص، كان بها محمد ﷺ، ولا تذهب الدنيا حتى يجتمع كلّ مؤمن فيها أو رجل هواه إليها.[1]

’’(یہ) اسلام کا قبہ ہے، اس کے گھروں کی ایسے ہی مدافعت کی جاتی ہے (جیسا کہ) ان گھروں کی مدافعت کی جاتی جن سے حضور ﷺ مدینہ میں وابستہ تھے اور دنیا اس وقت تک برباد نہیں ہوگی جب تک کہ ہر مومن اس میں جمع نہ ہو جائے یا ہر شخص اس کی طرف مائل نہ ہو جائے۔‘‘

۱۱۔ جندب ازدیؒ سے ہی روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبّة الإسلام يأتي على الناس زمان لا يبقى فيها مؤمن إلا بها أو قلبه يهوى إليها.[2]

’’کوفہ اسلام کا قبہ ہے۔ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی مومن باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ کوفہ سے وابستہ ہو گا یا اس کا دل کوفہ کی طرف مائل ہو گا۔‘‘

۱۲۔ حضرت سلمہ بن کُہَیلؒ تابعی (متوفی ۱۲۱ھ) سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما يدفع عن أرض بعد أخبية مع محمد ﷺ ما يدفع عن الكوفة، ولا يريدها أحد خاربا إلا أهلكه الله، ولتصيرنّ يوما وما من مؤمن إلا بها أو يصير هواه بها.[3]

---

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۷، رقم: ۳۲۴۴۱

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۵۲
۲۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

(۳) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۶

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں مدینہ کی حفاظت کے بعد سب سے زیادہ اس شہرِ کوفہ کی مدافعت کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تباہ و برباد کرنے والے کو ہلاک کر دے گا، اور ایک دن آئے گا کہ ہر مومن اس کی طرف مائل ہوگا یا اس کی خواہش اس کے ساتھ وابستہ ہوگی۔‘‘

(۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

۱۳۔ حضرت سالم بن ابی الجعدؒ (متوفی ۹۷ھ) سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبة الإسلام و أرض البلاء. (۱)

’’کوفہ اسلام کا قبہ اور آزمائش کی سرزمین ہے۔‘‘

۱۴۔ حضرت بلال بن یحییٰ عبسیؒ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما أَخْبِيَةٌ بعد أخبية كانت مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أَكْثَرَ يُدْفَعُ عنها من المكروه أَكْثَرَ مِنْ أخبية وُضِعَتْ في هذه البقعة. (۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں مدینہ کی حفاظت کے بعد سب سے زیادہ اس شہرِ کوفہ کی مکروہات سے مدافعت کی گئی ہے۔‘‘

۱۵۔ مغیث البکریؒ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله! ما يدفع عن أهل قرية ما يدفع عن هذه يعني الكوفة إلا أصحاب محمد الذين اتبعوه. (۳)

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۳: ۹۶، رقم: ۴۵۰۶

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۱
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

''اللہ رب العزت کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے سوا کسی بھی بستی والوں کی حفاظت کوفہ جتنی نہیں کی جاتی۔''

۳۔ مرجعِ علم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی عسکری اور سیاسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے اجل فقیہ و محدّث صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہرِ کوفہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ)، معلّم، فقیہ اور وزیرِ بیت المال کی حیثیت سے تقرر فرما کر اہلِ کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے اہم ترین تاریخی قدم اٹھایا۔

۱۔ تابعیٔ کبیر امام حارثہ بن مُضَرِّب کوفیؒ فرماتے ہیں:

کتب إلینا عمر بن الخطاب إني قد بعثت إلیکم عمّار بن یاسر أمیرا، وعبد اللہ بن مسعود معلّما و وزیرا. وهما من النجباء من أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من أهل بدر فاسمعوا. وقد جعلت بن مسعود علی بیت مالکم فاسمعوا فتعلّموا منهما و اقتدوا بهما. وقد آثرتکم بعبد اللہ علی نفسي. (۱)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلّم و وزیر بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدری (اور چودہ) نجباء صحابہ میں سے ہیں، پس تم ان کی

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۳۸، رقم: ۵۶۶۳
۲۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۳۸۴، رقم: ۳۲۲۳۷
۳۔ بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ۱: ۱۴۱، رقم: ۱۰۱
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۸
۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ۳: ۱۱۴۰

اطاعت کرو۔ میں نے ابنِ مسعود کو تمہارے بیت المال پر وزیر بھی مقرر کر دیا ہے سو تم ان دونوں حضرات کی اتباع کرو، ان سے سیکھو اور ان کی پیروی کرو۔ میں نے اپنی نسبت عبد اللہ بن مسعود کو تم پر ترجیح دی ہے۔‘‘

۲۔ حضرت حَبَّہ بن جُوَینؒ تابعی (متوفی ۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب قال: یا أھل الکوفۃ أنتم رأس و سھمي الذي أرمي بہ إن أتاني شيء من ھا ھنا و ھا ھنا، وإني بعثت إلیکم بعبد اللہ بن مسعود و اخترتہ بہ علی نفسي إثرۃ.(۱)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ! تم (اہلِ اسلام کے) سرتاج ہو اور اگر میرے پاس اِدھر اُدھر سے (یعنی مختلف علاقوں سے) کوئی شے (حملہ آور) ہو تو تم (میدانِ جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے کے اعتبار سے) میرے تیر ہو جس سے میں تیر اندازی کرتا ہوں۔ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج دیا ہے اور ان کو اپنے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہوئے (تمہارے لئے) منتخب کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام عامر بن شراحیل شعبیؒ (متوفی ۱۰۴ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حمص تشریف لے گئے تو

فحدرہ عمر إلی الکوفۃ، و کتب إلیھم إني واللہ! الذي لا إلٰہ إلاّ ھو آثرتکم بہ علی نفسي فخذوا عنہ.(۲)

(۱) ۱۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۵
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۸
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۴۹۱

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کو) کوفہ بھیج دیا اور کوفہ والوں کی طرف لکھا کہ مجھے اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے لئے اپنی جان پر ترجیح دی ہے سو تم ان سے دین سیکھ لو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجنے کا مقصد اہلِ کوفہ کی اعلیٰ ترین علمی و فقہی تربیت کرنا تھا تا کہ کوفہ والے جہاں عسکری لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوئے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان میں یگانۂ روزگار افراد پیدا ہوں جو تعلیمی میدان میں بھی آئندہ آنے والے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

معلّمِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تربیت یافتگان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی اور فقہی مقام بہت بلند تھا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے بھی کئی مواقع پر اس بات کا اظہار فرمایا تھا۔ ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اُس وقت سے عبداللہ بن مسعود سے محبت کرتا آرہا ہوں جب سے میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ سَالِمٍ، وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴: ۱۹۱۲، رقم: ۴۷۱۳

''تم قرآن ان چار سے سیکھو: عبد اللہ بن مسعود، سالم (مولیٰ ابوحذیفہ)، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَضِيْتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ وَ كَرِهْتُ لِأُمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ. (۱)

''میں اپنی امت سے (اس امر پر) راضی ہوں جس سے ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) راضی ہے اور اپنی امت سے (اس امر پر) ناخوش ہوں جس سے ابنِ امّ عبد (عبداللہ بن مسعود) ناخوش ہے۔''

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد آثرت أهل الكوفة بإبن أمّ عبد على نفسي إنه من أطولنا فوقا كُنَيْفٌ مُلِيءَ عِلمًا. (۲)

''میں نے اپنے مقابلے میں اہلِ کوفہ کے لئے ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن

......۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللہ بن مسعود و أمه، ۴: ۱۹۱۳، رقم: ۲۴۶۴

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، ۵: ۶۷۴، رقم: ۳۸۱۰

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۳۵۴، رقم: ۱۹۸۶

۲۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۸۳۸، رقم: ۱۵۳۶

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۰

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۹

۲۔ ابو اسحاق شیرازی، طبقات الفقهاء، ۱: ۲۴

مسعود رضی اللہ عنہ) کو ترجیح دی ہے۔ بے شک وہ ہم سب میں زیادہ سمجھدار اور علم سے معمور شخص ہیں۔‘‘

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عالم القرآن و السنّة.(۱)

’’وہ قرآن اور سنت کے عالم ہیں۔‘‘

۵۔ امام یحییٰ بن سعیدؒ تابعی فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا کہ میری بیوی کا دودھ میرے پیٹ میں چلا گیا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس فتوے پر انہیں کہا: غور کیجئے آپ اس شخص کو کیا فتوی دے رہے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رضاعت (کی حرمت) صرف دو سال کی عمر تک ثابت ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا:

لا تسألوني عن شيء ما كان هذا الحبر بين أظهركم.(۲)

’’جب تک تم میں یہ عظیم عالم موجود ہیں مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۸۵، رقم: ۳۲۲۳۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۲: ۳۴۶
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۱: ۱۲۹

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۶۰۷، رقم: ۱۲۶۷
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۷: ۴۶۳، رقم: ۱۳۸۹۵
۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۷: ۴۶۲
۴۔ سعيد بن منصور، كتاب السنن، ۱: ۲۸۲، رقم: ۹۸۷

نہ کیا کرو۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اسی بلند علمی مقام کے سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی علمی تربیت کے لئے آپ کو کوفہ بھیج دیا۔ آپ نے وہاں جا کر اہلِ کوفہ کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کی کہ وہاں پر علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے حوالے سے ایک وسیع اور قابلِ قدر حلقہ معرضِ وجود میں آ گیا جس کو مزید تقویت اُس وقت ملی جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا چوتھا خلیفہ راشد منتخب کرلیا گیا تو آپ نے سیاسی طور پر خلافت کے استحکام کے لیے دارالحکومت کو بوجوہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا زمانۂ خلافت کوفہ کی ایک جگہ رحبہ میں گزارا جو ’’رَحبہ علی‘‘ کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ کو دارالحکومت بنانے کے بارے میں مشہور مؤرخ ابنِ سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

نزل الكوفة في الرحبة التي يقال لها: رحبة علي، في أخصاص كانت فيها، ولم ينزل القصر التي كانت تنزله الولاة قبله.(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی اس کشادہ زمین کے گھروں میں سے ایک گھر میں اقامت اختیار کی جسے ’’رحبہ علیؓ‘‘ کہا جاتا ہے۔ آپ نے اُس محل نما مکان میں اقامت اختیار نہ کی جس میں آپ سے قبل فرمانروا رہا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ اسی واقعہ کو حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٦: ١٢

دخلها علي يوم الإثنين لثنتي عشرة ليلة خلت من رجب سنة ست وثلاثين. فقيل له: انزل بالقصر الأبيض، فقال: لا إنّ عمر بن الخطاب كان يكره نزوله فأنا أكرهه لذلک فنزل فی الرحبة.(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ پیر کے روز سن ۳۶ھ رجب کی بارہویں تاریخ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ سے عرض کیا گیا: آپ (سابقہ حکمرانوں کی اِقامت گاہ) سفید محل میں تشریف فرما ہوں تو آپ نے فرمایا: نہیں! بے شک عمر بن خطاب اس میں رہنے کو ناپسند کرتے تھے اس لئے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس آپ نے رحبہ (کشادہ زمین) میں قیام گاہ اختیار کی۔‘‘

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے سبب کوفہ کی علمی مرکزیت

سیدنا علی کرم اللہ وجهه الکریم کے کوفہ تشریف لانے سے قبل ہی اہلِ کوفہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعد ازاں ان کے تلامذہ کی صُحبت و تربیت سے فیضیاب ہو رہے تھے اور کوفہ کی بستی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے وجود سے جگمگا رہی تھی، جس کا ثبوت ائمہ کرام کی درج ذیل تصریحات سے ملتا ہے۔

۱۔ جب سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی علمی کاوشوں کو یوں داد دی:

أصحاب عبداللہ سرج هذه القرية.(۲)

(۱) ابن كثير، البداية والنهاية، ۷: ۲۵۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۱۰

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

۳۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۶۰

’’عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔‘‘

۲۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا:

رحم الله ابن أمّ عبد، قد ملأ هذه القرية علماً. (۱)

’’اللہ تعالیٰ ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) پر رحم فرمائے انہوں نے اس بستی (کوفہ) کو علم سے بھر دیا ہے۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود اپنے شاگردوں سے فرمایا:

أنتم جلاء قلبي. (۲)

’’تم میرے دل کا سرور ہو۔‘‘

۴۔ عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ (متوفی ۹۴ھ) نے بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے متعلق فرمایا:

أصحاب عبدالله سرج هذه القرية. (۳)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اس بستی (کوفہ) کے چراغ ہیں۔‘‘

۵۔ ابراہیم بن یزید تیمیؒ تابعی (متوفی ۹۳ھ)، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد بیان کرتے ہیں:

كان فينا ستون شيخا من أصحاب عبد الله. (۴)

---

(۱) زيلعي، مقدمة نصب الراية، ۱: ۳۰

(۲) أبو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۱۰

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

(۴) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۱۰

''ہم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ساٹھ (٦٠) شیوخ تھے۔''

٦۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسی شانِ تفقہ کے پیشِ نظر محدّثِ اکبر امام شعبیؒ (١٠٤ھ) نے آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

ما كنت أعرف فقهاء الكوفة إلا أصحاب عبد الله. (١)

''میں کوفہ کے فقہاء میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو پہچانتا ہوں۔''

٧۔ علامہ ابنِ تیمیہ (٧٢٨ھ) نے کوفہ میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے وقت اس شہر کی علمی عظمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

لما ذهب إلى الكوفة، كان أهل الكوفة قبل أن يأتيهم قد أخذوا الدين عن سعد بن أبي وقاص، و ابن مسعود، و حذيفة، وعمار، وأبي موسى رضی اللہ عنہم وغيرهم ممن أرسله عمر إلى الكوفة. (٢)

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے تو آپ کے کوفہ تشریف لانے سے قبل ہی اہلِ کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ سے دین حاصل کر چکے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیجا تھا۔''

٨۔ ایک اور مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فإن أهل الكوفة التي كانت داره كانوا قد تعلّموا الإيمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنّة من ابن مسعود وغيره قبل أن

(١) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ١: ٨٣

(٢) ابن تیمیہ، منهاج السنة النبوية، ٨: ٥٠

يقدم علي الكوفة.[1]

''کوفہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالحکومت تھا یقیناً وہاں کے لوگوں نے ایمان، قرآن، تفسیرِ قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد سے قبل ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے سیکھ لیا تھا۔''

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ میں ورود کے وقت اہلِ کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان کے شاگردوں اور دیگر اکابر صحابہ کرام کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت کی منازل درجہ بدرجہ طے کر رہے تھے۔ اہلِ کوفہ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ کے علوم حاصل کر رہے تھے اور آپ کی زندگی میں ہی آپ کے شاگرد تفہیمِ دین میں اعلیٰ فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر تابعین اُن کو أَصْحَابُ عَبْدِاللهِ سُرُجُ هٰذِهِ الْقَرْيَة (عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں) کہہ کر اُن کے علمی مقام کا اعتراف کرتے۔ کوفہ کے علمی مقام کو مزید عروج حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنانے سے حاصل ہوا۔

٦۔ کوفہ پندرہ سو (۱,۵۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیام گاہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کے بعد یہاں پر علمی حوالے سے اہم ترین پیش رفت اس وقت ہوئی جب آپ کے ساتھ ساتھ سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہاں منتقل ہو گئے۔ دار الخلافہ بننے کے بعد ایک طرف تو قضاء و افتاء کی بھاری ذمہ داریوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے کوفہ و اہلِ کوفہ کی علمی و فقہی حیثیت مستند تر ہوتی چلی گئی جبکہ دوسری طرف ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو کہ وارثانِ علم الحدیث ہیں) کی کوفہ میں آمد کی وجہ سے اس شہر میں علم الحدیث کے فروغ اور عروج کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ کوفہ میں موجود

(۱) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویۃ، ۷:۵۲۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے متعلق متعدد مؤرخین ومحدّثین نے اقوالِ تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں اپنی اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، ذیل میں ہم انہی تحقیقات میں سے چند ایک بمع حوالہ جات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ تابعی کبیر امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ (متوفی ۹۶ھ) نے فرمایا:

هبط الكوفة ثلاثمائة من أصحاب الشجرة وسبعون من أهل بدر. (۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والے (چودہ سو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین سو (۳۰۰) اور غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے ستر (۷۰) صحابی کوفہ میں آ کر آباد ہوئے۔‘‘

۲۔ تابعی کبیر حضرت قتادہ بن دعامہ بصریؒ (متوفی ۱۱۷ھ) سے روایت ہے:

نزل الكوفة من الصحابة ألف وخمسون منهم أربعة وعشرون بدريون. (۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ہزار پچاس (۱۰۵۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں مقیم ہوئے جن میں سے چوبیس (۲۴) بدری صحابہ تھے۔‘‘

۳۔ ائمہ کرام محمد بن علی المعروف امام محمد باقر (۱۱۴ھ)، محمد بن مطلب اور زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

شهد مع علي بن أبي طالب في حربه من أصحاب بدر سبعون

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۹

(۲) شمس الدین سخاوی، فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث للعراقي، ۳: ۱۲۳

رجلا و شهد معه ممن بايع تحت الشجرة سبعمائة رجل، فيما لا يحصى من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. (۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں ستر بدری صحابہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والوں میں سے سات سو صحابہ، (ان کے علاوہ) اس میں اتنے صحابہ شامل تھے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔''

۴۔ اسی حقیقت کو مؤرخ احمد بن ابی یعقوب نے اپنی کتاب ''**تاریخ الیعقوبی**'' میں جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کو یوں بیان کیا ہے:

وكان مع علي يوم صفين من أهل بدر سبعون رجلا وممن بايع تحت الشجرة سبعمائة رجل، ومن سائر المهاجرين والأنصار أربعمائة رجل. (۲)

''یومِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ستر (۷۰) بدری صحابہ رضی اللہ عنہم بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور مہاجرین اور انصار میں سے چار سو صحابہ موجود تھے۔''

عین ممکن ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ میں آباد ہونے کے بعد جنگِ صفین میں شریک ہوئے ہوں کیونکہ وہی آپ کا دار الحکومت تھا۔

۵۔ نقاد محدّث امام احمد بن عبد اللہ عجلیؒ (۲۶۱ھ) نے فرمایا:

نزل الكوفة ألف و خمسمائة من الصحابة و نزل قرقيسا

(۱) ابن العدیم، بغیة الطلب فی تاریخ حلب، ۱: ۳۱۲

(۲) یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، ۲: ۱۸۸

ستمائۃ.(۱)

’’کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو(۱۵۰۰) اور قرقیسا میں چھ سو(۶۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اقامت اختیار کی۔‘‘

ائمہ کرام کی اِن تصریحات سے معلوم ہوا کہ **ستر (۷۰) بدری صحابہ، سات سو (۷۰۰) بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ** اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام سمیت مجموعی طور پر **پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کرام** رضی اللہ عنھم کوفہ میں اقامت پذیر ہوئے۔

۷۔ کوفہ میں مقیم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اسماء گرامی پر ائمہ کی تحقیقات

بعض محدّثین اور مؤرّخین نے آثارِ ائمہ تابعین کی مدد سے کوفہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اسماء اور احوال بھی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔

(۱) امام ابنِ سعدؒ کی تحقیق

مشہور مؤرّخ ابنِ سعدؒ (۲۳۰ھ) نے کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو پینتیس (۱۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اسماء اور ان میں سے بعض کا مختصر تعارف بھی لکھا ہے۔ اُن ایک سو پینتیس (۱۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب
۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص
۳۔ حضرت سعید بن زید
۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود
۵۔ حضرت عمار بن یاسر
۶۔ حضرت خبّاب بن اَرت
۷۔ حضرت سہل بن حنیف
۸۔ حضرت حُذیفہ بن یَمان

(۱) ۱۔ ابن الهمام، فتح القدير شرح الهداية، ۱: ۱۰۴
۲۔ ابن نجيم، البحر الرائق، ۱: ۱۲۶

۹۔ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری
۱۰۔ حضرت ابوقتادہ بن رِبعی انصاری
۱۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری
۱۲۔ حضرت سلمان فارسی
۱۳۔ حضرت براء بن عازب
۱۴۔ حضرت حارث بن زیاد انصاری
۱۵۔ حضرت زید بن اَرقم
۱۶۔ حضرت نعمان بن عمرو بن مُقرّن
۱۷۔ حضرت معقل بن مُقَرّن
۱۸۔ حضرت سِنان بن مُقَرّن
۱۹۔ حضرت سُوَید بن مُقرّن
۲۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن مُقَرّن
۲۱۔ حضرت عقیل بن مُقَرّن
۲۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل
۲۳۔ حضرت مُغیرہ بن شعبہ
۲۴۔ حضرت خالد بن عُرفُطہ
۲۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ
۲۶۔ حضرت عدی بن حاتم طائی
۲۷۔ حضرت جریر بن عبداللہ
۲۸۔ حضرت اَشعَث بن قیس
۲۹۔ حضرت سعد بن حُرَیث
۳۰۔ حضرت عمرو بن حُرَیث
۳۱۔ حضرت سَمُرَہ بن جُنادہ
۳۲۔ حضرت جابر بن سَمُرَہ
۳۳۔ حضرت حُذیفہ بن اَسِید
۳۴۔ حضرت ولید بن عُقبہ بن ابی معیط
۳۵۔ حضرت عمرو بن الْحَمِق
۳۶۔ حضرت سلیمان بن صُرَد
۳۷۔ حضرت ھانی بن اَوس اَسلمی
۳۸۔ حضرت حارثہ بن وَھَب
۳۹۔ حضرت وائل بن حَجَر
۴۰۔ صَفوان بن عَسّال
۴۱۔ حضرت اُسامہ بن شَرِیک
۴۲۔ حضرت مالک بن عوف
۴۳۔ حضرت عامر بن شَھر
۴۴۔ حضرت نُبَیط بن شَرِیط

۴۵۔ حضرت سلمہ بن یزید

۴۶۔ حضرت صَخر بن عَیلَہ

۴۷۔ حضرت عُروہ بن مُضَرّس

۴۸۔ حضرت ھُلب بن یزید

۴۹۔ حضرت ابومَجزأۃ زَاھِر بن زاھر

۵۰۔ حضرت نافع بن عتبہ

۵۱۔ حضرت لَبید بن ربیعہ

۵۲۔ حضرت حَبَّہ بن خالد اسدی

۵۳۔ حضرت سَواء بن خالد

۵۴۔ حضرت سلمہ بن قیس

۵۵۔ حضرت ثَعلَبَہ بن حَکَم

۵۶۔ حضرت عُروہ بن ابی الجعد

۵۷۔ حضرت سَمُرَہ بن جُندب

۵۸۔ حضرت جندب بن عبداللہ

۵۹۔ حضرت مِخنَف بن سُلَیم

۶۰۔ حضرت حارث بن حسان

۶۱۔ حضرت جابر بن ابی طارق

۶۲۔ حضرت مَعن بن یزید

۶۳۔ حضرت طارق بن اَشیم

۶۴۔ حضرت مالک بن ربیعہ

۶۵۔ حضرت حُبشی بن جُنادہ

۶۶۔ حضرت دُکَین بن سعید

۶۷۔ حضرت خُریم بن اَخرم

۶۸۔ حضرت ضِرار بن اَزوَر

۶۹۔ حضرت فُرات بن حیان

۷۰۔ حضرت عُمارہ بن رُوَیبَہ ثقفی

۷۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل

۷۲۔ حضرت عُتبہ بن فرقَد

۷۳۔ حضرت عبید بن خالد سلمی

۷۴۔ حضرت ابن ابی شیخ محاربی

۷۵۔ حضرت سالم بن عبید

۷۶۔ حضرت سلمہ بن نعیم اشجعی

۷۷۔ حضرت شَکَل بن حُمَید عبسی

۷۸۔ حضرت اَسوَد بن ثعلبہ

۷۹۔ حضرت رشید بن مالک سعدی

۸۰۔ حضرت فُجَیع بن عبداللہ

۸۱۔ حضرت عَتَّاب بن شمیر

۸۲۔ حضرت ذو الجَوشَن ضِبابی

۸۳۔ حضرت غالب بن اَبُجَر

۸۴۔ حضرت عامر بن عامر

۸۵۔ حضرت اَغَر مُزَنی

۸۶۔ حضرت ھانی بن یزید بن نَھِیک

۸۷۔ حضرت یزید بن مالک

۸۸۔ حضرت مِسوَر بن یزید اسدی

۸۹۔ حضرت بشیر بن الخَصَاصِیَۃ

۹۰۔ حضرت نُمَیر خزاعی

۹۱۔ حضرت ابو رِمثہ حبیب بن حیان

۹۲۔ حضرت ابوامیہ فزاری

۹۳۔ حضرت خزیمہ بن ثابت

۹۴۔ حضرت مُجَمَّع بن جارِیہ

۹۵۔ حضرت ثابت بن وَدِیعہ

۹۶۔ حضرت سعد بن بُجَیر

۹۷۔ حضرت نعمان بن بشیر

۹۸۔ حضرت ابولیلیٰ بلال بن بلیل

۹۹۔ حضرت عمرو بن بلیل

۱۰۰۔ حضرت شیبان انصاری

۱۰۱۔ حضرت حَنظَلَہ بن ربیع

۱۰۲۔ حضرت معقل بن سنان

۱۰۳۔ حضرت عدی بن عمیرہ

۱۰۴۔ حضرت مِرداس بن مالک اسلمی

۱۰۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ

۱۰۶۔ حضرت ابومغیرہ عبداللہ

۱۰۷۔ حضرت ابوشھم

۱۰۸۔ حضرت ابوالخطاب

۱۰۹۔ حضرت حَرِیز یا ابوحریز

۱۱۰۔ حضرت رَسِیم

۱۱۱۔ حضرت ابن سِیلان

۱۱۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبِ مِنحَۃ (دودھ دینے والی اونٹنی کے نگران) ابوطیبہ

۱۱۳۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریاں چرانے والے ابوسلمٰی
۱۱۴۔ حضرت حرب بن ھلال ثقفی کے نانا بنو تغلب کے شخص

۱۱۵۔ حضرت طلحہ بن مُصَرِّف کے دادا
۱۱۶۔ حضرت ابو مرحب

۱۱۷۔ حضرت قیس بن حارث اسدی
۱۱۸۔ حضرت فلتان بن عاصم

۱۱۹۔ عمرو بن اَحوص
۱۲۰۔ حضرت نُقادہ بن عبداللہ اسدی

۱۲۱۔ حضرت مُستَوْرِد بن شدّاد
۱۲۲۔ حضرت محمد بن صفوان

۱۲۳۔ حضرت محمد بن صیفی
۱۲۴۔ حضرت وَھب بن خَنبش

۱۲۵۔ حضرت مالک بن عبداللہ
۱۲۶۔ حضرت قیس بن عائذ

۱۲۷۔ حضرت عمرو بن خارجہ
۱۲۸۔ حضرت صُنابح بن الاعسر

۱۲۹۔ حضرت مالک بن عمیر
۱۳۰۔ حضرت ابوجُحَیْفَہ وَھب بن عبداللہ

۱۳۱۔ حضرت طارق بن زیاد
۱۳۲۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی

۱۳۳۔ حضرت الجحدمہ
۱۳۴۔ حضرت یزید بن نعامہ ضَبی

۱۳۵۔ حضرت ابوخَلّاد رضی اللہ عنہم(۱)

(۲) خلیفہ بن خیاطؒ کی تحقیق

مؤرّخ خلیفہ بن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ) نے اپنی کتاب ’’الطبقات‘‘ میں کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو چھپن (۱۵۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کی فہرست مرتب کی ہے۔ امام ابنِ سعد کی مذکورہ بالا تحقیق میں ایک سن پینتیس صحابہ کے نام درج کئے جا چکے ہیں، ان کے علاوہ جو اضافی اکیس صحابہ کے نام ہیں یا جو اوپر کی فہرست میں مذکور

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۱۲-۶۵

نہیں وہ نام ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

۱۔ حضرت عقیل بن ابی طالب
۲۔ حضرت حسن بن علی
۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس
۴۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب
۵۔ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ
۶۔ حضرت نافع بن عتبہ بن ابی وقاص
۷۔ حضرت ثابت مولیٰ الاخنس
۸۔ حضرت ھاشم بن عتبہ بن ابی وقاص
۹۔ حضرت سعید بن زید
۱۰۔ حضرت ضحاک بن قیس
۱۱۔ حضرت شداد بن الھاد
۱۲۔ حضرت عبس غفاری
۱۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر
۱۴۔ حضرت وابصہ بن معبد
۱۵۔ حضرت حارث بن قیس
۱۶۔ حضرت عمرو بن خارجہ اسدی
۱۷۔ حضرت ایاس بن عبد
۱۸۔ حضرت شعبہ بن التوءم
۱۹۔ حضرت کدیر بن نیار ضبی
۲۰۔ حضرت حنظلہ ابن الربیع
۲۱ حضرت ریاح ابن الربیع
۲۲۔ حضرت اسود بن ثعلبہ یربوعی
۲۳۔ حضرت نعیم بن مسعود
۲۴۔ حضرت شریط بن انس
۲۵۔ حضرت ابوالجراح
۲۶۔ حضرت نوفل ابوعبدالرحمٰن بن نوفل
۲۷۔ حضرت عرفجہ بن شریح اشجعی
۲۸۔ حضرت قُطُبہ بن مالک
۲۹۔ حضرت طارق بن عبداللہ
۳۰۔ حضرت عبدہ بن خالد
۳۱۔ حضرت عتبہ بن یربوع
۳۲۔ حضرت مَطَر بن عُکامِس
۳۳۔ حضرت یعلیٰ بن سیابہ
۳۴۔ حضرت یعلی بن مُرّہ

۳۵۔ مالک بن نضلہ
۳۶۔ حضرت سَمُرَہ بن عمرو
۳۷۔ حضرت حبہ بن خالد
۳۸۔ حضرت یزید بن قنافہ
۳۹۔ حضرت رافع بن ابی رافع
۴۰۔ حضرت عَفِیف بن قیس
۴۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید
۴۲۔ حضرت طارق بن سُوَید
۴۳۔ حضرت ابوموسیٰ صالح بن الحکم
۴۴۔ حضرت فَروَہ بن مُسَیک
۴۵۔ حضرت یزید بن شجرہ
۴۶۔ حضرت عمرو بن کعب
۴۷۔ حضرت یسار بن بلال
۴۸، ۴۹۔ حضرت حنیف بن واہب کے بیٹے سہل و عثمان
۵۰۔ حضرت قرظہ بن کعب
۵۱۔ حضرت ثابت بن زید
۵۲۔ حضرت عبداللہ بن یزید
۵۳۔ حضرت عبداللہ بن ثابت
۵۴۔ حضرت کعب بن عُجرہ
۵۵۔ حضرت حارث بن زیاد انصاری
۵۶۔ حضرت عمرو بن الحارث
۵۷۔ حضرت بُدَیل بن ورقاء
۵۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن اَبزی
۵۹۔ حضرت زید بن ابی اوفیٰ
۶۰۔ حضرت ابومعتب بن عمرو اسلمی
۶۱۔ حضرت اَھبان بن اَوس
۶۲۔ حضرت ابوزینب زھیر بن عوف
۶۳۔ حضرت جَبَلَہ بن المرقع
۶۴۔ حضرت طفیل بن حارث
۶۵۔ حضرت طارق بن شہاب
۶۶۔ حضرت عوف بن عبدالحارث
۶۷۔ حضرت شہاب بن المجنون
۶۸۔ حضرت ابومعبد عبد اللہ بن عکیم
۶۹۔ حضرت اذینہ بن اذینہ

۷۰۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان
۷۱۔ حضرت عمرو بن العاص
۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص
۷۳۔ حضرت قیس بن سعد
۷۴۔ حضرت ابوایوب انصاری
۷۵۔ حضرت بُسر بن ابی اَرطاۃ
۷۶۔ حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام
۷۷۔ حضرت خالد بن ولید السواد
۷۸۔ حضرت محمد بن مسلمہ
۷۹۔ حضرت عمران بن حُصَین
۸۰۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم (۱)

دونوں تحقیقات کو ملانے سے **دو سو پندرہ (۲۱۵) صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم کے نام سامنے آتے ہیں جنہوں نے شہرِ کوفہ میں اپنا علمی فیض منتقل کیا۔

(۳) امام حاکمؒ کی تحقیق کا تقابلی جائزہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد تبلیغ و اشاعتِ دین کا جذبہ لے کر مدینہ منورہ سے نکل کر دیگر بلاد و امصار میں منتقل ہوگئی۔ محدّثِ کبیر و صاحبِ ''مستدرک'' نے اپنی تحقیق کے مطابق دیگر شہروں میں آباد ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی کی فہرست تیار کی ہے جس میں انہوں نے کوفہ میں آباد ہو جانے والے سینتالیس (۴۷) صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے۔

امام حاکمؒ کوفہ میں مقیم صحابہ کے نام درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هؤلاء أكثرهم بالكوفة دفنوا.

''ان میں سے اکثر کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔''

اس کے علاوہ امام حاکم نے دیگر شہروں میں بسنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو نام

(۱) خلیفة بن خیاط، الطبقات، ۱: ۱۲۶-۱۴۰

تحریر کئے ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ مکہ میں چھبیس (۲۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۲۔ بصرہ میں چھتیس (۳۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۳۔ مصر میں سترہ (۱۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۴۔ شام میں پینتیس (۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۵۔ جزیرہ میں تین (۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۶۔ خراسان میں پانچ (۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

آگے بغداد کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

فأمّا مدينة السّلام فإنّي لا أعلم صحابيا توفّي بها إلا أن جماعة من التّابعين و أتباع التابعين نزلوها و ماتوا بها. (۱)

''جہاں تک مدینۃ السلام (بغداد) کا تعلق ہے تو میں نہیں جانتا کہ کسی صحابی نے یہاں وصال فرمایا ہو مگر یہ کہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے یہاں آکر قیام کیا اور یہیں وصال فرمایا۔''

گزشتہ اَوراق میں پیش کیے جانے والے اعداد و شمار اور امام حاکم کی پیش کردہ تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے لحاظ سے کوفہ تمام مراکزِ اسلام میں انفرادی حیثیت کا حامل قرار پایا اور علم و آگہی کا عظیم گہوارہ بن کر ابھرا۔ یہی وجہ ہے کہ علم الحدیث، فقہ الحدیث، تفسیر، عربی زبان و ادب کے معاون علوم صرف، نحو، بلاغت الغرض تمام علومِ دینیہ کے حوالے سے اس شہر کو شانِ امتیاز عطا ہوئی۔ کوفہ ان احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصداق ٹھہرا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ فارس کے ایک

(۱) حاکم، معرفة علوم الحديث، ۱: ۱۹۱۔ ۱۹۴

شخص یا اشخاص کا ذکر فرمایا تھا جو اوجِ ثریا تک رسائی حاصل کر کے بھی ایمان/ دین/علم کی معرفت حاصل کر لیں گے۔ یہ قطعۂ فارس نا صرف یہ کہ معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب کے علوم کا مرکز ٹھہرا بلکہ اسی سبب سے معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی حقانیت و صداقت کی عملی تفسیر بھی قرار پایا۔

۸۔ کوفہ علم الحدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ کوفہ میں موجود سینکڑوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت یہ شہر نہ صرف یہ کہ اسلامی علوم وفنون کی نرسری اور اوّلین درسگاہ کی حیثیت اختیار کر چکا تھا بلکہ علم الحدیث اور فقہ الحدیث کا گڑھ بھی بن گیا تھا۔ ذواتِ صحابہ کی بدولت کوفہ میں علم الحدیث کے بے شمار چشمے پھوٹ رہے تھے چنانچہ یہ ایک فطری امر تھا کہ دنیائے اسلام کے کونے کونے سے طالبانِ علم الحدیث اس کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص تحصیلِ علم کے لئے کوفہ سے باہر سفر کرتا تو دوسرے علاقوں میں موجود صحابہ اُسے ٹوکتے اور اور اسے کوفہ کے علمی مقام سے آگاہ کرتے۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے آثارِ صحابہ و تابعین میں سے چند حوالہ جات بطورِ نمونہ پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ بن قیس (متوفی ۶۲ ھ) کوفہ سے شام گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو، پس انہیں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرماتے ہیں:

قلت: مِن أهل الكوفة، قال: أَلَيسَ فيكم أو منكم صاحبُ السِّر الذي لا يعلمه غيرُه يعني حذيفةَ؟ قال، قلتُ: بَلَى! قال: أليس

فيكم أو منكم الذي أجاره اللهُ على لسان نبيّه يعني من الشيطان يعني عمارا؟ قلت: بلى! قال: أليس فيكم أو منكم صاحب السّواک أو السِّرار، قال: بلى![1]

’’میں نے عرض کیا: کوفہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) صاحبِ راز نہیں ہیں جس (راز) کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی حذیفہ؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے فرمایا: کیا تم میں وہ نہیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے پناہ دے دی تھی، ان کی مراد عمار تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے فرمایا: کیا تم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور تکیہ اپنے ساتھ رکھنے والے نہیں ہیں (یعنی عبداللہ بن مسعود)؟ میں نے کہا: کیوں نہیں!‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا کبیر تابعی حضرت علقمہ بن قیس سے ان صحابہ کرام کے متعلق پوچھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ جب ان جیسے اکابر صحابہ وہاں موجود ہیں تو آپ کیوں جگہ جگہ طلبِ علم الحدیث میں مارے مارے پھر رہے ہیں؟ اسی موقف کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

۲۔ حضرت خَيْثَمَہؒ بن ابی سَبْرَہ تابعی (متوفی ۸۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عمار و حذیفة، ۳: ۱۳۶۸، رقم: ۳۵۳۲

۲۔ أیضاً، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، ۳: ۱۳۷۲، رقم: ۳۵۵۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۵۷، رقم: ۵۳۸۳

ہم نشینی نصیب ہو پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچنے میں میری راہنمائی فرما دی۔ میں نے ان کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح شخص کی معیت نصیب ہو جائے تو آپ تک میری رہنمائی کر دی گئی ہے۔ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا: کہاں سے آئے ہیں؟ آپ کا وطن کونسا ہے؟ فرماتے ہیں:

قلت: مِن أهل الكوفة، جئت ألتَمس الخير وأطلبه، قال: أليس فيكم سَعدُ بن مالك مجاب الدعوة؟ وابنُ مسعود صاحبُ طَهُور رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونَعليه؟ وحذيفةُ صاحب سرّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ وعمّارٌ الذي أجار اللهُ من الشيطان على لسان نبيّه، وسلمانُ صاحبُ الكتابين؟

قال قتادة و الكتابان: الإنجيل والفرقان.[1]

”میں نے عرض کیا: میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا وہاں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) نہیں ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے؟ کیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامانِ طہارت اور نعلین مبارک اٹھانے والے عبد اللہ بن مسعود نہیں ہیں؟ کیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے محفوظ رہنے والے عمار بن یاسر نہیں ہیں؟ کیا وہاں دو کتابوں (کا علم رکھنے) والے سلمان فارسی نہیں ہیں؟

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ دو کتابوں سے مراد: انجیل اور قرآن ہیں۔“

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، ۵: ۶۷۴، رقم: ۳۸۱۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۴۳، رقم: ۵۶۷۹

۳۔ بیهقي، المدخل إلى السنن الكبرى، ۱: ۱۴۳

۳۔ سنن ترمذی کے علاوہ باقی تمام کتبِ حدیث میں تابعی مذکور کے الفاظ ہیں کہ ’’جئت ألتمس العلم و الخير‘‘ (میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں۔) امام ابونعیم اصبھانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں جو انہوں نے اُس تابعی کے جواب میں استعمال فرمائے:

تسألني وفيكم علماء أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابن عمّه علي بن أبي طالب و فيكم سعد بن مالك ...... (۱)

’’(پوچھنے والے!) تم مجھ سے سوال کر رہے ہو حالانکہ تم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علماء صحابہ موجود ہیں، ان کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب ہیں، اور تم میں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) ہیں ...... (آگے الفاظ درج بالا رقم کردہ حدیثِ مبارکہ کی طرح ہی ہیں)۔‘‘

اس روایت میں جمیع صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الروایت صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اُس سائل کو کسی حدیث سے فیضیاب کرنے کی بجائے اُس کی توجہ اِس جانب مبذول کرا رہے ہیں کہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں خلیفہ چہارم حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ شامل ہیں، حرمین شریفین سے چل کر کوفہ آباد ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اِن ہستیوں کی شہرِ کوفہ میں موجودگی کے باعث آپ کو کسی بھی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہی وہ شہر ہے جہاں علم الحدیث، فقہ الحدیث اور ہر طرح کی بھلائی میسر ہے۔ یہ واقعات ان تابعینِ کرام کے علم دوستی کے بھی عکاس ہیں جو طلبِ علم میں دنیا کا کونہ کونہ چھان مارتے اور اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے دنیوی مفاد کو اپنے راستے میں حائل نہ ہونے دیتے۔

۴۔ حضرت محمد بن سیرین بصریؒ تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) کوفہ میں موجود طالبانِ

(۱) ابو نعیم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۴: ۱۲۰

حدیث اور وہاں کے فقہاء کا حال بیان کرتے ہیں:

أتيت الكوفة فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث و أربعمائة قد فقهوا. (۱)

''میں نے کوفہ آکر دیکھا کہ چار ہزار طلباء علمِ حدیث حاصل کر رہے ہیں اور چار سو حضرات فقیہ ہو چکے ہیں۔''

مندرجہ بالا روایت میں جہاں شہرِ کوفہ میں ہزاروں محدّثینِ عظام اور سینکڑوں فقہاء کرام کی موجودگی کا علم حاصل ہوتا ہے وہیں صحابہ کرام کی طرف سے لوگوں کو تحصیلِ علم کے لیے انتخابِ کوفہ کی ترغیب دلانے کی وجوہات بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ ''چار ہزار محدّثین اور چار سو فقہاء'' کا تقابلی جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ علم الحدیث حاصل کرنے والے کثیر افراد ہوتے ہیں جبکہ فہم و بصیرت کی بناء پر احادیث سے استنباط کرنے والے افراد ہر جگہ اور ہر زمانے میں قلیل ہوتے ہیں کیونکہ حدیث کے معانی کو سمجھنا بہ نسبت روایت کرنے سے مشکل اور ادق کام ہے۔

۵۔ امام عفانؒ بن مسلم بصری (متوفی ۲۲۰ھ) کوفہ میں علم الحدیث کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر، ولو أردنا أن نكتب مائة ألف حديث لكتبنا بها، فما كتبنا إلا قدر خمسين ألف حديث. (۲)

(۱) ۱۔ رامهرمزی، المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، ۱: ۵۶۰
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۲: ۴۳۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۷
۴۔ أیضاً، تدریب الراوی، ۲: ۴۰۰

(۲) ۱۔ رامهرمزی، المحدث الفاصل، ۱: ۵۵۹
۲۔ خطیب بغدادی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ۲: ۲۴۴
۳۔ زیلعی، تقدمة نصب الرایة، ۱: ۳۵

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

''ہم نے کوفہ پہنچ کر چار ماہ قیام کیا، (اس دوران) اگر ہم ایک لاکھ احادیث لکھنا چاہتے تو لکھ لیتے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار احادیث لکھیں۔''

۶۔ صاحب السنن امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانیؒ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ (متوفی ۳۱۶ھ) فرماتے ہیں:

دخلت الكوفة و أكتب عن أبي سعيد الأشج ألف حديث (في كل يوم) فلما كان الشهر حصل معي ثلا ثين ألف حديث.(۱)

''میں کوفہ داخل ہوا تو امام ابوسعید الاشج سے (روزانہ) ایک ہزار احادیث لکھتا تھا، اس طرح ایک ماہ تک میں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔''

یہ ہر محدّث کی اپنی استطاعت پر منحصر تھا کہ وہ علم الحدیث کے اس بحرِ بے کنار سے کتنا فیضیاب ہوتا ہے؟ امام عفان نے اس عظیم مرکزِ علم میں چار مہینے گزار کر پچاس ہزار احادیث کا ذخیرہ سمیٹ لیا جبکہ امام ابوداؤد کے صاحبزادے امام عبداللہ کا حال دیکھیے کہ وہ یہاں صرف ایک ماہ ہی رہے اور انہوں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔ اس کو اگر چار مہینوں سے ضَرب دیں تو ''ایک لاکھ بیس ہزار'' احادیث بنتی ہیں یعنی امام عبداللہ بآسانی چار ماہ میں ایک لاکھ بیس ہزار احادیث لکھ سکتے تھے۔ اس سے شہرِ کوفہ میں علم الحدیث کے متموج سمندروں کی وسعت اور گہرائی کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

۷۔ فقہ حنبلی کے بانی اور صاحبِ مسند امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے امام عبداللہ (متوفی ۲۹۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے عرض کیا کہ آپ کے خیال میں کس محدّث کا طلبِ حدیث کے لیے دامن پکڑنا چاہیۓ کہ اس سے احادیث لکھی

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، وتاریخ بغداد، ۹: ۴۶۶۔ ۴۶۷
۲۔ ابن قیسرانی، تذکرہ الحفاظ، ۲: ۷۶۸
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۳: ۲۲۳
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۳۲۵

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

جائیں یا آپ کے خیال میں کون سے دیگر مقامات میں جا کر علم الحدیث سماع کیا جائے؟ تو امام احمد نے فرمایا:

یرحل یکتب عن الکوفیین والبصریین و أهل المدینة ومکة. (۱)

''سفر اختیار کر کے کوفیوں، بصریوں، اہلِ مدینہ اور مکہ سے علمِ حدیث کو لکھنا چاہیے۔''

امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول سے علم الحدیث میں شہرِ کوفہ کی سیادت و اوّلیت اجاگر ہو رہی ہے۔ آپ نے علم الحدیث کے عظیم مراکز حرمین شریفین اور بصرہ سے بھی پہلے اہلِ کوفہ کا نام لے کر اُس دور کے اور بعد میں آنے والے ہر محدّث پر واضح کر دیا کہ احادیثِ مبارکہ آپ کو کئی علاقوں سے مل جائیں گی مگر کوفہ ان سب میں سرِفہرست اور درجۂ اوّل میں ہے۔ علم الحدیث میں جو شان کوفہ کو حاصل ہے وہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں۔

۸۔ امیر المؤمنین فی الحدیث اور محدّثین کے سرخَیل صاحب الصحیح امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) کوفہ کے مقامِ علم الحدیث کو یوں اجاگر کرتے ہیں:

دخلت إلی الشام ومصر والجزیرة مرّتین، وإلی البصرة أربع مرّات، و أقمتُ بالحجاز ستّة أعوام، ولا أُحصِي کم دخلتُ إلی الکوفة و بغداد مع المحدّثین. (۲)

''میں ملکِ شام، مصر اور جزیرہ میں حدیث لینے کیلئے دو مرتبہ گیا ہوں، بصرہ چار

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، الرحلة فی طلب الحدیث، ۱: ۸۸
۲۔ أیضاً، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ۲: ۲۲۴
۳۔ سیوطی، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ۲: ۱۴۳

(۲) ۱۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۷۸
۲۔ هبة الله لالکائی، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۱: ۱۷۳

مرتبہ گیا ہوں اور میں نے چھ سال تک حرمین شریفین (حجاز) میں قیام کیا لیکن میں محدّثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد حدیث لینے کیلئے کتنی مرتبہ گیا ہوں اس کا شمار بھی نہیں کرسکتا۔‘‘

یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ امام بخاریؒ کوفہ جا کر جن ائمہِ حدیث سے احادیث لیتے تھے وہ کون حضرات تھے؟ اُس وقت کوفہ میں محدّثین کے دو ہی طبقے تھے یا تو ان میں امامِ اعظم کے شاگرد تھے یا ان کے پوتے شاگرد تھے۔ امام بخاری کی پیدائش امامِ اعظم کی وفات کے بعد ہوئی، امامِ اعظم کی وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی اور امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ ہجری میں ہوئی۔ امام بخاری کا کوفہ سے اخذِ حدیث کرنے کا زمانہ یا تو امام اعظم کے عمر رسیدہ شاگردوں کا تھا یا ان کے پوتے شاگردوں کا تھا جو کوفہ میں موجود تھے۔ دوسرے الفاظ میں امام بخاری کوفہ میں امامِ اعظم کے شاگردوں سے حدیث لینے جاتے تھے۔

یہ محض نظر انداز کی جانے والی بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ ہم نے کتاب ہٰذا کی جلد دوم کے متعلقہ باب میں مصدّقہ اور محقّقہ روایات سے ثابت کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب ’’أصح الکتب بعد القرآن‘‘ کی حامل صحیح البخاری میں امامِ اعظم کے مشہور و معروف اور معتبر تقریباً ستر تلامذہ سے سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ نے کوفہ جا کر براہِ راست امامِ اعظم کے شاگردوں یا بالواسطہ امام اعظم کے پوتے شاگردوں سے احادیث نقل کیں۔

یہی کوفہ امامِ اعظم کا مولد و مسکن اور علمی درس گاہ ہے

کوفہ کے حوالے سے یہ بات سوچنے والی ہے کہ ایسا مقام جہاں ہزار سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کی نہریں پھوٹی ہوں، ہزار ہا اکابر تابعین اسی علم الحدیث کو

پھیلانے میں مصروف اور کوشاں ہوں اور ہزارہا تشنگانِ علم، حدیث کے حصول کے لئے پوری دنیا سے کوفہ کا رخ کریں وہ شہرِ علم ابوحنیفہ جیسے گوہر کو ''امامِ اعظم'' بناتا ہے تو اس میں تعجب کیسا؟ ہاں تعجب اس میں ہے کہ اس تاریخی علمی و روحانی مرکز کا روحِ رواں امامِ وقت کو حدیث سے نابلد قرار دے دیا جائے۔ جس کوفہ شہر کی عظمتِ علم کا ڈنکا مدینہ منورہ میں مقیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بجائیں، جس کی شانِ علمی کا اقرار شام میں مقیم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کریں اور اپنی طرف آنے والے تابعین کی توجہ اس بے مثل علمی مقام کی طرف دلائیں وہاں شب و روز گزارنے والے امام ابوحنیفہ نے یقیناً علم الحدیث کے دریا اپنے اندر اتارے ہوں گے۔ امام عفان کوفہ شہر میں چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھ لیں، امام عبداللہ وہاں پہنچ کر ایک ماہ میں تیس ہزار احادیث نقل کر لیں اور امام بخاری احادیث حاصل کرنے کے لئے اسی شہر میں بار بار جائیں لازمی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ جیسے قابل ترین شخص نے صرف کوفہ میں ہی ہزارہا احادیث کا سماع کیا ہو گا کیونکہ آپ کوفہ میں روایت ہونے والی ہر حدیث سے واقف تھے۔

۱۔ حافظِ حدیث امام حسن بن صالح رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ) بیان کرتے ہیں:

كان أبو حنيفة عارفاً بحديث أهل الكوفة وفقه أهل الكوفة، وكان حافظاً لفعل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الأخير الذى قبض عليه مما وصل إلى أهل بلده.(۱)

''امام ابوحنیفہ تمام اہلِ کوفہ کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے عالم تھے اور اپنے شہر کے رہنے والے محدّثین تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری افعال سے متعلق پہنچنے والی تمام احادیث کے حافظ تھے۔''

امام حسن بن صالح کے اس قول سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ کوفہ میں

(۱) ۱۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۱۱
۲۔ ابن حجر الهیتمی، الخیرات الحسان: ۴۲

موجود جمیع محدّثین اور فقہاء کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث پر امامِ اعظم ابوحنیفہ کی گہری نگاہ تھی اور بالخصوص آپ حضور ﷺ کے آخری عملِ مبارک کے حافظ تھے۔ اس قول سے آپ کی عظیم محدّثانہ شان اور فقیہانہ بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

أنا عالم بعلم أهل الكوفة. (۱)

''میں اہلِ کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔''

۳۔ امام مالک بن انس اَصبحیؒ (متوفی ۱۷۹ھ) نے کوفہ کی شانِ علمی پر کیا خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ امام عبداللہ بن وہب بیان کرتے ہیں:

سئل مالک عن مسئلة؟ فأجاب فيها. فقال له السائل: إنّ أهل الشام يخالفونک فيها فيقولون كذا و كذا. فقال: ومتى كان هذا الشأن بالشام، إنما هذا الشأن وقف على أهل المدينة والكوفة. (۲)

''امام مالک سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب دیا۔ سائل نے کہا: اہلِ شام کے علماء آپ سے اس میں اختلاف کرتے ہیں (اور وہ اس کی بجائے) یہ، یہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: علم کا یہ مقام اہلِ شام کو کیسے حاصل ہوگیا؟ علم کا یہ مقام و مرتبہ تو صرف دوشہروں اہلِ مدینہ اور کوفہ کو حاصل ہے۔''

۴۔ پھر آگے اسی صفحہ پر امام ابنِ عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) امام مالک کا قول کہ کوفہ کو یہ مقام اور شان کس وجہ سے حاصل ہے، بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن حجر الهيتمي، الخيرات الحسان: ۹۱

(۲) ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۲: ۳۰۵

لأن شأن المسائل بالكوفة مداره على أبي حنيفة وأصحابه والثوري.(۱)

’’کوفہ کے علم کی اس شان کا تاج امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں اور سفیان ثوری کے سر پر ہے۔‘‘

امام مالکؒ، امام اعظم کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ فقہ مالکیہ کے بانی اور جلیل القدر فقیہِ مدینہ ہیں۔ آپ کا مندرجہ بالا فرمان ہر طرح کے تعصب سے بالاتر اور حقیقتِ اصلیہ کا برملا اظہار ہے مندرجہ بالا تمام حقائق نہ صرف کوفہ کے تناظر میں امامِ اعظم کی علمی شان کا مدلل و مستند اظہار ہیں بلکہ معترضینِ امامِ اعظم کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ باہر سے سفر کر کے آنے والے ائمہ حدیث ہزارہا احادیث کوفہ سے لے جائیں اور وہاں ساری زندگی بسر کرنے والے امامِ اعظم ابوحنیفہ جو کوفہ میں بسنے والے ہزارہا محدّثین وفقہاء کے لئے مرکز ومحور کی حیثیت رکھتے تھے ان کو یہاں سے صرف ۱۷ حدیثیں ملیں ہوں۔ ہم ایسی سوچ رکھنے والے پر إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون ہی پڑھ سکتے ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ

یہ امر بحث طلب نہیں کہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اکابر صحابہ کی مستقل موجودگی یہاں کے علمی وقار کا اہم ترین حوالہ رہا ہے۔ بالخصوص مدینۃ الرسول ﷺ تو ہر دور میں پوری دنیائے اسلام کا روحانی اور علمی مرکز رہا ہے۔ چنانچہ اس دور میں بھی کوفہ کی مرکزیتِ علمی کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ بھی مرجعِ علماء تھا۔ لہٰذا کوفہ کے بعد دوسرا بڑا مرکز جہاں سے امامِ اعظم نے علم الحدیث حاصل کیا وہ سرزمینِ حجاز کے یہی دو مقدس شہر تھے۔ اہلِ علم کے سوا عامۃ الناس کو بالعموم یہ خبر نہیں کہ حجاز میں امام اعظم کا کتنا عرصہ قیام رہا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حجاز میں دو طرح قیام کیا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(۱) ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۲: ۳۰۵

ا۔ امام اَعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن (۵۵) حج کیے

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا حج ۹۶ھ میں اپنے والدِ محترم حضرت ثابت کے ساتھ کیا۔ اس بارے میں ان سے بذات خود درج ذیل روایت مروی ہے:

رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَ تِسْعِيْنَ وَ أَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلَقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِأَبِي: حَلَقَةُ مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: حَلَقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

’’امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجدِ حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا سو میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقۂ درس ہے پس میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔‘‘

---

(۱) ا۔ خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۸۰
۲۔ ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۱۰۱
۳۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۳: ۳۲، رقم: ۹۵۶
۴۔ سبط ابن جوزی، الإنتصار والترجيح للمذهب الصحيح: ۱۲

یہ امامِ اعظم کا حرمین شریفین کی طرف پہلا سفر تھا جو آپ نے ۹۶ھ میں سولہ سال کی عمر میں کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے **پچپن (۵۵)** حج کیے یوں آپ نے ۹۶ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک ہر سال حج کے لئے سفرِ حجاز کیا۔ اس روایت کو امام یحییٰ بن آدمؒ نے درج ذیل الفاظ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

حجّ أبو حنيفة رحمه الله تعالى خمسا و خمسين حجة.[1]

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پچپن (۵۵) حج کیے۔''

آپ ہر سال سفرِ حج پر جاتے صرف اپنے بچپن اور لڑکپن کے پندرہ سال چھوڑے جن میں آپ نے حج نہ کیا۔

۲۔ بسلسلہ حج حرمین شریفین میں ساڑھے چار سال قیام

آج جدید دور میں ہمیں سفر کرنے کے جدید سے جدید ترین ذرائع اور سہولتیں مثلاً ہوائی جہاز، ریلوے اور بسیں میسر ہیں جن کے باعث ہمارا سفر انتہائی آرام دہ اور آسان ہو گیا ہے جبکہ کم و بیش تیرہ سو سال پہلے تک ان جدید ذرائع آمد و رفت کا نام و نشان تک نہ تھا، سفر کرنا انتہائی تکالیف اور مشکلات سے پُر تھا۔ یہی حال سفرِ حج کا بھی ہے، آج اگر ایک شخص لاہور سے جدّہ تک کا طویل سفر فلائٹ کے ذریعے تقریباً چار گھنٹے میں طے کرتا ہے تو یہی سفر اُس دور میں مہینوں میں طے کرتا ہو گا۔ چنانچہ آج سے تیرہ سو برس پہلے کوفہ سے مکۃ المکرّمہ تک کے سفر کے دوران سفر کی صعوبتوں اور مشکلات کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

مصائبِ سفر کی زیادتی کے باعث اگر ایک سفرِ حج کی مدت بمعہ قیامِ حرمین ۲ ماہ

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۵۳
۲۔ قرشي، الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية، ۱: ۴۹۵
۳۔ زيلعي، مقدمة نصب الراية لأحاديث الهداية، ۱: ۳۶

بھی فرض کر لی جائے تو سفرِ حج اور قیامِ حرمین کا یہ عرصہ **ایک سو دس ماہ یعنی تقریباً ۹ سال** بنتا ہے۔ کوئی شخص اس عرصۂ قیام کو کم کرنا چاہے تو اگر اس عرصۂ قیام کو **ایک مہینہ** بھی کر لیں تو اس کا نصف **ساڑھے چار سال** بنتا ہے۔ امامِ اعظم کے حرمین شریفین میں قیام کی کم از کم مدت اس سے ہرگز کم نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ امام صاحب حرمین شریفین میں جائیں اور وہاں محدّثین کی صحبتوں سے فیضیاب نہ ہوتے ہوں جبکہ وہاں حج بھی کرنا ہو تو امام صاحب کی وہاں مدتِ قیام کم از کم ساڑھے چار سال بن جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ قیامِ حرمین اُس قیام کے علاوہ ہے جس کا ذکر سطورِ ذیل میں علیحدہ سے آ رہا ہے اور جو حرمین شریفین کے مستقل قیام پر مبنی ہے۔

۳۔ حرمین شریفین میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مزید چھ سالہ مستقل قیام

یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ امامِ اعظم حج کے ان سفروں کے علاوہ بھی مزید چھ (۶) سال مستقل طور پر حرمین شریفین میں قیام پذیر رہے۔ ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری میں بنو امیہ کے حکمران مروان ثانی نے کوفہ کا گورنر یزید بن عمر ابنِ ھُبَیرہ کو مقرر کیا اور اس کو لکھا کہ ابو حنیفہ کو مجبور کرو کہ وہ ہماری حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنیں یا وزیرِ خزانہ بن جائیں۔ ابنِ ھبیرہ نے امام صاحب کو حاکمِ وقت کا پیغام سنایا اور منصب سنبھالنے پر مجبور کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پاداش میں اُس نے آپ کو قید اور کوڑوں کی سزا سنائی۔ ہر روز قید خانے سے نکال کر آپ کو کوڑے لگائے جاتے۔ پھر جب ابنِ ہبیرہ کو خواب میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے دوران سرزنش ہوئی کہ تمہیں شرم نہیں آتی میری امت کے ایک شخص پر اتنا ظلم کر رہے ہو؟ چنانچہ اس نے تائب ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔

امامِ اعظم **۱۳۰ ہجری** میں بنو امیہ کی ظالمانہ روش سے پریشان ہوکر نقل مکانی کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے۔ اس عرصہ کے دوران آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قیام کیا۔ آپ ایک سو تیس (۱۳۰) ہجری سے لے کر ۱۳۶ھ تک چھ سال حرمین شریفین میں

مقیم رہے۔ ان چھ سالوں کے دوران بنو امیہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد آپ خلافتِ عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر عبد اللہ بن محمد منصور عباسی کے دور میں واپس تشریف لائے۔(۱)

ان تاریخی حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ امام صاحب نے ناسازگار حالات کے پیشِ نظر کوفہ سے ہجرت فرمائی اور حرمین شریفین میں چھ سال قیام فرمایا۔

۴۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا حرمین میں مجموعی طور پر دس (۱۰) سالہ قیام

درج بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم کا کم از کم ساڑھے چار سال حج کے سفروں کا قیام اور ایک سو تیس سے ایک سو چھتیس ہجری تک چھ سال مستقل قیام حرمین شریفین میں رہا۔ **چھ سال اور ساڑھے چار سال کا عرصہ ملانے سے مجموعی طور پر امامِ اعظم کا مکہ اور مدینہ میں قیام کا کل عرصہ ساڑھے دس سال تک بنتا ہے۔** تقریباً گیارہ برس کے اس طویل قیام سے حرمین شریفین میں علم الحدیث کا کون سا ذخیرہ باقی بچ گیا ہوگا جو امامِ اعظم نے اپنی جھولی میں جمع نہیں کیا ہوگا۔

بصرہ

کوفہ اور حرمین شریفین کے بعد اس دور میں علم الحدیث کا تیسرا بڑا مرکز بصرہ تھا جہاں حضرت عُتبہ بن غَزوان، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو بَرزہ اسلمی، حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل المُزَنِی، حضرت معقل بن یسار، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ، حضرت ابو بکرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو زید انصاری، حضرت عمرو بن اَخطب، حضرت ثابت بن زید، حضرت عبد اللہ بن الشِّخِّیر، حضرت اَقرع بن حابس، حضرت قیس بن

(۱) امام موفق بن احمد المکی (۵۶۸ھ) نے (مناقب الإمام الأعظم، ۲:۲۳۔۲۴) اور ابنِ بزاز الکردری (۸۲۷ھ) (مناقب الإمام الأعظم، ۲:۲۷) نے اس واقعہ کو تفصیلاً اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

عاصم، حضرت عبداللہ بن سَرجِس، حضرت مَیسَرَۃ الْفَجر، حضرت سلمان بن عامر الضبی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم أجمعین نے اقامت اختیار کی۔(۱)

امام صاحب نے درج بالا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علمی فیض اپنے بصرہ کے اکابر شیوخ امام حسن بن یسار بصری، عاصم بن سلیمان اَحول، بکر بن عبد اللہ مزنی، ثابت بن اسلم بُنانی، قتادَہ بن دِعامہ، میمون بن سِیَاہ، شعبہ بن حجاج رضی اللہ عنہ سمیت دیگر اکابرین کے ذریعے حاصل کیا۔

صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کا علمی فیض سمیٹنے کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ۲۰ مرتبہ بصرہ کا سفر کیا۔ کوفہ کی طرح جو علم الحدیث بصرہ میں تھا آپ نے اسے بیس مرتبہ سے زائد سفر کر کے حاصل کیا۔

امام یحیٰ بن شیبانؒ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

دخلت البصرة نيفا وعشرين مرة، منها ما أقيم سنة و أقل وأكثر.(۲)

’’میں بصرہ میں بیس سے زائد مرتبہ گیا، ان سفروں کے دوران میں وہاں سال یا سال سے کم یا سال سے زیادہ عرصہ قیام کرتا۔‘‘

خلاصۂ بحث یہی ہے کہ اپنا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے امامِ اعظم کوفہ میں موجود علم الحدیث کے تمام چشموں سے سیراب ہوئے۔ اس کے بعد جو علم الحدیث سرزمینِ حجاز یعنی مکہ و مدینہ میں تھا اس کو اپنے ذخیرۂ علم کا حصہ بنایا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خصوصاً بصرہ میں موجود علم الحدیث کو بھی اپنے دامنِ صدرنگ میں سمیٹا۔

(۱) حاکم، معرفة علوم الحديث، ۱: ۱۹۲-۱۹۳

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۵۹

۲۔ قرشي، الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية، ۱: ۴۶۸

۳۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۱۲۱

الغرض امام صاحب نے ان چاروں مراکزِ علم الحدیث کے علاوہ پوری اسلامی دنیا کے ائمہِ حدیث سے علم الحدیث کی تحصیل کی۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی جہدِ مسلسل اور محنتِ شاقہ کی بدولت امامِ اعظم کے نام سے ملقب ہوکر علمی افق پر مثلِ ماہتاب چمکے اور صرف فقہ الحدیث میں ہی نہیں بلکہ علم الحدیث میں بھی امام الائمہ فی الحدیث کے اعلیٰ رتبہ پر متمکن ہوئے۔

www.MinhajBooks.com

بابِ ہفتم

اِمامِ اعظم رضی اللہ عنہ اَکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہیں

www.MinhajBooks.com

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جن طرق کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علمِ حدیث حاصل کیا اِسے خطیب بغدادی اور دیگر ائمہ نے آپ ہی کی زبانی روایت کیا ہے۔ خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں کہ امامِ اعظم نے فرمایا:

دخلت على أبي جعفر أمير المؤمنين، فقال لي: يا أبا حنيفة! عمّن أخذت العلم؟ قال: قلت: عن حمّاد عن إبراهيم عن عمر بن الخطاب، و علي بن أبى طالب، وعبد الله بن مسعود، و عبد الله بن عباس. قال: فقال أبوجعفر: بخ بخ استوثقت ما شئت يا أبا حنيفة! الطيّبين الطاهرين المباركين صلوات الله عليهم. (۱)

’’میں امیر المؤمنین ابوجعفر منصور کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: ابوحنیفہ! آپ نے علم الحدیث کہاں سے حاصل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے بواسطۂ حماد (بن سلیمان)، ابراہیم (بن یزید نخعی) کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر منصور نے کہا: بہت خوب! بہت خوب! ابوحنیفہ! آپ نے ان طیب، پاکیزہ اور مبارک ہستیوں صلوات اللہ علیہم سے حسبِ خواہش علمی ثقاہت اور پختگی و مضبوطی

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۴
۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۵۷
۳۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۲۱۸

حاصل کر لی ہے۔‘‘

اس روایت میں امامِ اعظم نے اکابر تابعین اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک علم الحدیث میں اپنی متصل سند بیان فرمائی ہے۔ زیرِ نظر باب میں ہم اسی اسلوب پر عمل پیرا ہوتے ہوئے امامِ اعظم کا اپنے شیوخ سے نسبتِ تلمذ معتبر ائمہِ حدیث کی کتب کے حوالوں سے بیان کریں گے۔ آپ کا علمی تعلق خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سمیت دیگر اکابر صحابہ کرام سے کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت کریں گے۔

ا۔ امامِ اَعظم کی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تک اسانیدِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو براہِ راست بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مستفید ہونے اور ان سے روایتِ حدیث کرنے کی بناء پر تابعیت کا شرف حاصل ہے جس کو ہم پہلے ہی ایک مستقل باب میں مبسوط دلائل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے اکابر شیوخ تابعین کے توسط سے بھی خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذِ حدیث اور اکتسابِ علم کیا ہے۔ سطورِ ذیل میں سب سے پہلے آپ کے خلفائے راشدین سے ترتیب وار اخذِ حدیث کے طرق کو بیان کیا جائے گا۔

(ا) امامِ اَعظم کی سیدنا ابوبکر صدیقؓ تک علم الحدیث کی دو مختلف اسناد

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وارث ہیں۔ وہ یوں کہ امام صاحب علم الحدیث میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور امام میمون بن مہران کے شاگرد ہیں، انہی کے طرق سے آپ علم الحدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وارث بنتے ہیں۔ دونوں حضرات کے ذریعے خلیفہ اوّل تک سندِ حدیث ذیل کے نقشے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

خلیفۂ اوّل تک امامِ اعظم کے طرقِ حدیث کا نقشہ

١۔ الإمام أبوحنيفة عن قاسم بن محمد بن أبي بكر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة عن أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہم

٢۔ الإمام أبو حنيفة عن ميمون بن مهران عن عبدالرحمن بن أبيبكر عن أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہم

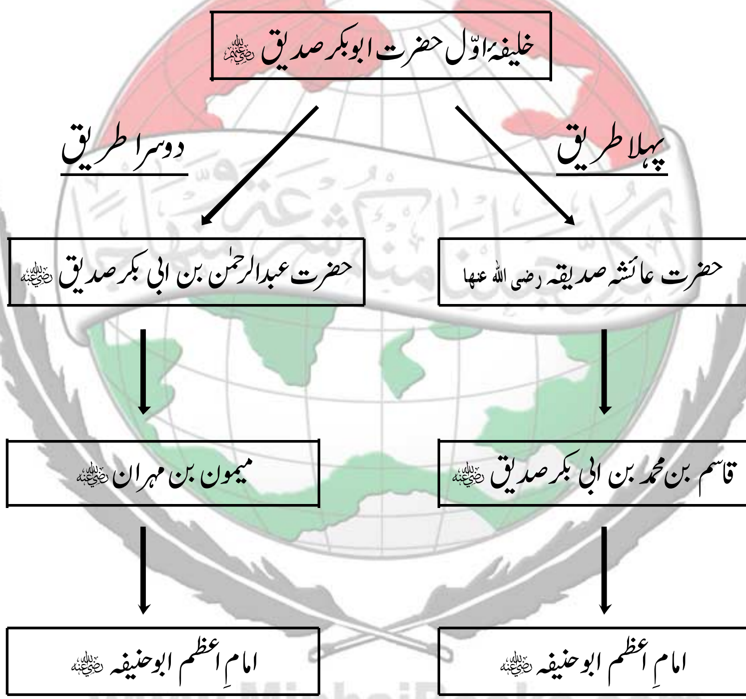

ا۔ پہلے طریق کی تحقیق

حضرت قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۸ھ) نے براہِ راست اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور امامِ اعظم نے اُن سے روایت کیا اس طرح امامِ اعظم بیک وقت بیتِ رسول ﷺ اور بیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے علمی وارث ٹھہرے۔[1] امام عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا:

من أدركت من الكبراء؟

''آپ کو کن اکابر ائمہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

القاسم وسالما وطاؤسا ...... وغيره.[2]

''قاسم، سالم، طاؤس ...... اور دیگر ائمہ سے۔''

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امام ابوایوب میمون بن مہران (۱۱۷ھ) کا شمار جزیرہ کے معتبر ترین حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ انہوں نے براہِ راست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امامِ اعظم نے ان سے اخذِ حدیث کیا لہٰذا اس طریق سے بھی امامِ اعظم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث قرار پائے۔

ا۔ امام ابن منجویہ اور مزی نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن

---

(۱) ا۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۱۵۷
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۹۶

(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

ابی بکر نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی ہے۔(۱)

۲۔ امام میمون بن مہران نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی حدیث روایت کی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۴۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۲)

۳۔ امام موفق بن احمد المکی اور ابنِ بزاز الکردری نے حدیث میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام میمون بن مہران کا نام بطور خاص درج کیا ہے۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن منجویه، رجال مسلم، ۱: ۲۰۱

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۶: ۵۵۶

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۲۳۳

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۶: ۵۵۷

۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۷۱

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۵۰

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۸۶

(۲) اِمامِ اعظم کی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی دو مختلف اسناد

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی وارث ہیں۔ امام صاحب علم الحدیث میں حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت زید بن اسلم کے شاگرد ہیں، انہی کے طرق سے آپ علم الحدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وارث قرار پاتے ہیں۔

خلیفہ دوم تک اِمامِ اَعظم کے طرقِ حدیث کا نقشہ

ا۔ الإمام أبوحنیفة عن سالم بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

۲۔ الإمام أبوحنیفة عن زید بن أسلم عن أسلم مولیٰ عمر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

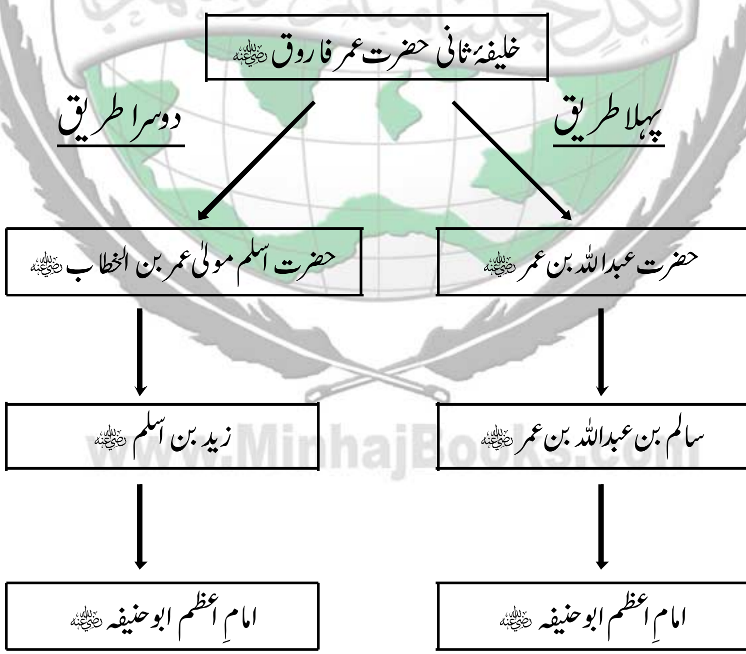

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

امام ابوحنیفہ، حضرت فاروقِ اعظم کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم (۱۰۶ھ) کے براہِ راست شاگرد ہیں انہی کے ذریعے سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ حضرت سالم نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی علم الحدیث حاصل کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۱)

لہٰذا امامِ اعظم، حضرت سالم کے ذریعے درجِ بالا اِن صحابہ کرام کے علم الحدیث سے بھی مستفید ہوئے۔

۱۔ امامِ اعظم نے اپنے اکابر اساتذہ میں حضرت سالم بن عبداللہ کا نام بھی لیا ہے۔(۲)

۲۔ امام صالحی شامی نے امامِ اعظم کے اساتذہ کی فہرست میں حضرت سالم کا نام بھی درج کیا ہے۔(۳)

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

حضرت زید (متوفی ۱۳۶ھ) کے والد اسلم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ اس بات کو امام مسلم اور

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۱۴۶

(۲) حصكفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

(۳) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة: ۷۲

ابنِ حبان جیسے اکابر محدّثین نے بیان کیا ہے۔(۱)

معروف ائمہِ حدیث امام ابنِ ابی حاتم، امام ابنِ حبان، امام ذہبی اور امام سیوطی نے حضرت زید کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے والد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۲)

امام ابنِ بزاز الکردری اور امام صالحی شامی شافعی نے امامِ اعظم کے اساتذہ اور شیوخ میں حضرت زید کا ذکر کیا ہے۔(۳)

درج بالا علمی تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم، حضرت سالم اور حضرت زید کے طرق سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے بھی وارث ٹھہرے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۲۷۷، رقم: ۹۶۵
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۴۵

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۵۵۵
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۲۴۶
۳۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۳۲
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۶۰

(۳) ۱۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ، ۱: ۷۶
۲۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ: ۷۲

(۳) امامِ اعظم کی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سند

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بھی وارث ہیں۔ امام صاحب، حضرت موسیٰ بن طلحہ کے شاگرد ہیں جن کے ذریعے سے آپ علم الحدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وارث قرار پاتے ہیں۔

خلیفہ سوم تک امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

الإمام أبو حنيفة عن موسى بن طلحة بن عبيدالله التميمي المدني الكوفي عن عثمان بن عفان رضي الله عنه

www.MinhajBooks.com

علمی تحقیق

حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی مدنی کوفی (۱۰۳ھ) کی ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہوئی لیکن ایمان بعد میں لائے، اس لئے تابعیت کے منصب پر فائز ہوئے انہوں نے بارہ سال تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گزارے۔

حضرت موسیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی علم الحدیث حاصل کیا:

۱۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[۱]

امام موفق، کردری اور صالحی نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیوخ اور اساتذہ کی فہرست میں حضرت موسیٰ کا نام بھی لکھا ہے۔[۲]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۲۸۶
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۱۴۷
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۴۰۱
۴۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۹: ۸۲
۵۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۱۷

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۹
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۸۶
۳۔ صالحی، عقودالجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة: ۸۳

(۴) امامِ اعظم کی سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی تین اسانید

جن جلیل القدر صحابہ کے ذریعے علم الحدیث کوفہ میں بکثرت منتقل ہوا اور جو حضرات کوفہ میں علم الحدیث کے بانی کہلائے امام اعظم کی اَسانید اُن حضرات تک بھی پہنچتی ہیں۔ ان عالی مرتبت صحابہ میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم کا شمار صفِ اوّل میں ہوتا ہے۔ ان کے کئی شاگرد ہیں جن میں حضرت قاضی شُرَیح بن حارث کوفی، حضرت علقمہ بن قیس کوفی اور مسروق بن اَجدع کوفی جیسے اکابر تابعین شامل ہیں۔ یہ تابعین حضرت مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم کے کل علم الحدیث کے وارث ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے تابعین نے آپ سے علم الحدیث کا فیض حاصل کیا مگر خصوصاً یہ تینوں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے جامع ہیں۔ ان تینوں کے شاگرد امام ابراہیم بن یزید نخعی کوفی (متوفی ۹۶ھ)، امام ابو اسحاق سبیعی (متوفی ۱۲۷ھ) اور امام سلمہ بن کُہَیل کوفی (متوفی ۱۲۱ھ) وغیرہم بھی تابعین ہیں جو امامِ اعظم کے بلا واسطہ استاد ہیں۔ امامِ اعظم تابعین ہی کے تین واسطوں اور طرق سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہیں جن کے نقشہ جات درج ذیل ہیں۔

www.MinhajBooks.com

خلیفہ چہارم تک امامِ اعظم کے طرقِ حدیث کے نقشہ جات

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن إبراهيم بن يزيد النخعي عن القاضي شريح بن حارث الكوفي عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعي عن مسروق بن الأجدع عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ

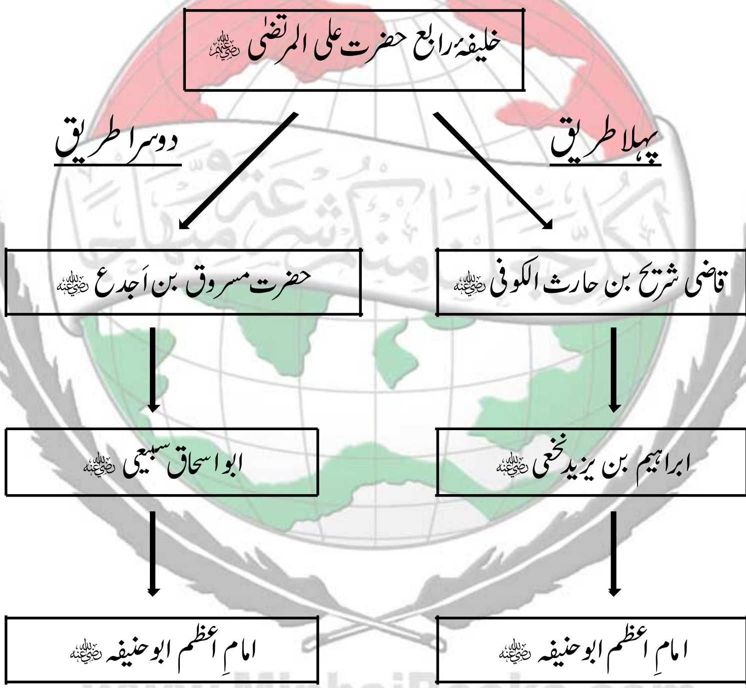

www.MinhajBooks.com

تیسرا طریق

الإمام أبو حنيفة عن سلمة بن كهيل عن علقمة بن قيس النخعي عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ

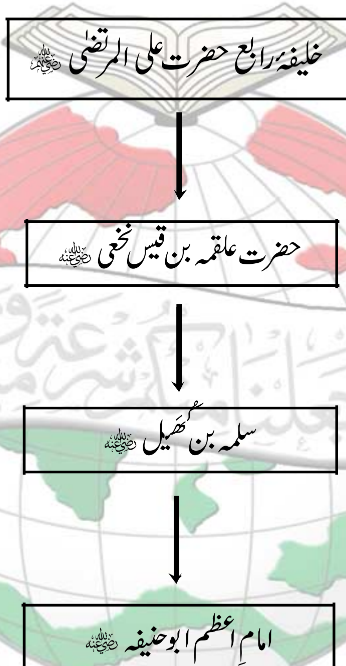

www.MinhajBooks.com

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

قاضی شُرَیح بن حارث کوفی (متوفی ۷۸ھ) کی ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوئی لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع نہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہدِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے بعد قاضی شریح حضرت عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم حتی کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ تک ساٹھ (۶۰) سال کوفہ کی مسندِ قضاء پر فائز رہے۔ حجاج کے زمانہ میں انہوں نے کوفہ کے عہدۂ قضاء سے استعفٰی دینے کے بعد بصرہ میں ایک سال تک قاضی کا عہدہ سنبھالا۔ انہوں نے ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی عمر میں ۷۸ھ میں وصال فرمایا۔(۱)

قاضی شریح نے درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کیا:

۱۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عُروہ بن جَعد رضی اللہ عنہ (۲)

امام ابراہیم نخعی نے قاضی شریح سے روایت کیا ہے جسے امام بخاری، ابنِ ابی حاتم اور ذہبی نے قاضی شریح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه إبراهيم النخعي. (۳)

''ابراہیم نخعی نے ان سے روایت کیا۔''

(۱) مزی، تہذیب الکمال، ۱۲: ۴۳۶، ۴۳۷

(۲) مزی، تہذیب الکمال، ۱۲: ۴۳۶، ۴۳۷

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۲۲۸

۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۳۳۲

۳۔ ذہبی، الکاشف، ۱: ۴۸۳

امام اعظم نے امام ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ امامِ اعظم کے حدیث میں شیخ ہیں۔ امام صالحی شامی نے امامِ اعظم کے اساتذہ کی فہرست میں امام ابراہیم کا نام بھی ذکر کیا ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ امامِ اعظم، امام ابراہیم نخعی کے توسط اور قاضی شریح کے ذریعہ سے حضرت عمر فاروق اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے علم کے امین ہونے کے ساتھ دیگر اکابر صحابہ کرام کے علم سے بھی فیض یاب ہوئے۔

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ حضرت عمرو بن عبداللہ بن عبید المعروف ابواسحاق سبیعی (۱۲۸ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت مسروق بن اَجدَع کوفی (۶۳ھ) سے حاصل کیا۔ حضرت مسروق بن اجدع کا شمار کوفہ کے جلیل القدر محدّثین و فقہاء تابعین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذِ حدیث کیا:

۱۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۲)

---

(۱) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: ۲۶
(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۷: ۴۵۱
۴۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۴۹
۵۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۱۰۰

امام ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی نے حضرت مسروق بن اَجدع سے روایت کیا ہے۔ امام مزی، نووی اور عسقلانی نے حضرت مسروق کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أبو إسحاق السبيعي. (۱)

''ابواسحاق سبیعی نے ان سے روایت کیا۔''

امام اعظم نے امام ابواسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ علم الحدیث میں امام اعظم کے شیخ ہیں۔ خطیب بغدادی، امام نووی، مزی اور ذہبی جیسے نقاد ائمہِ رجال نے امام صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع أبا إسحاق السبيعي. (۲)

''آپ نے ابواسحاق سبیعی سے سماعتِ حدیث کی۔''

معلوم ہوا کہ امامِ اعظم نے امام ابواسحاق سبیعی کے توسط سے، حضرت مسروق کے علم الحدیث تک رسائی حاصل کی اور یوں وہ اس ذریعہ سے بھی چاروں خلفائے راشدین المھدیین اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہوئے۔

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۷: ۴۵۳
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۳۹۴
۳۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۶: ۲۹۲

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۴۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

۳۔ تیسرے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ حضرت سلمہ بن کُہَیل (۱۲۱ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی (۶۲ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا جبکہ حضرت علقمہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہوئے:

۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ
۱۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۱)

امام سلمہ بن کُہَیل نے حضرت علقمہ بن قیس سے روایت کیا ہے۔ امام مزی، ذہبی اور عسقلانی جیسے نقّادِ رجال نے حضرت علقمہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۴۰۴
۲۔ کلاباذی، رجال صحیح البخاری، ۲: ۵۷۵
۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۹۶
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۳۰۰
۵۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۷: ۲۴۴

روی عنه سلمة بن کهيل.(۱)

’’سلمہ بن کُہَیل نے ان سے روایت کیا۔‘‘

امامِ اعظم نے امام سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ علم الحدیث میں امام اعظم کے شیخ ہیں۔ امام مزی، ذہبی اور عسقلانی جیسے جلیل القدر محدّثین نے امام صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن سلمة بن کهيل.(۲)

’’آپ نے سلمہ بن کہیل سے سماعتِ حدیث کی۔‘‘

اس علمی تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے شیخ حضرت سلمہ بن کہیل سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے کوفہ میں موجود علم الحدیث کے عظیم وارث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام سے فیضِ نبوت حاصل کیا۔(۳)

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الکمال، ۲۰: ۳۰۲
۲۔ ذہبی، الکاشف، ۲: ۳۴
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۲۴۵

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الکمال، ۲۹: ۴۱۸
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۲
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۳) نوٹ: امامِ اعظم اپنے نو (۹) شیوخِ اہلِ بیت کے ذریعے سے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہیں، ان طرق کو ہم علیحدہ اگلے باب میں ذکر کریں گے۔

۲۔ امامِ اَعظم کی اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تک آٹھ اَسانیدِ حدیث

امام ابوحنیفہ جس طرح خلفائے راشدین کے علم الحدیث کے وارث ہیں اس طرح اپنے کئی اکابر اساتذہ کے طرق سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت اُمِّ سلمہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن اور دیگر ازواجِ طیبات تک بھی آپ کی سندِ حدیث موجود ہے۔ ذیل میں ہم قدرے تفصیل سے ان طرق پر روشنی ڈالتے ہیں۔

امامِ اعظم کے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تک علم الحدیث کے آٹھ طرق

امامِ اعظم نے اپنے اَجل شیوخ الحدیث کے ذریعے آٹھ طرق سے امہات المؤمنین سے علم الحدیث حاصل کیا۔ یوں ان طرق کی بدولت آپ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم الحدیث سے فیضیاب ہوئے۔ یہ آٹھ طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن عائشة الصدّيقة وأم سلمة وميمونة بنت الحارث رضی اللہ عنہن

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن عائشة الصديقة وأم سلمة رضی اللہ عنہما

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن نافع مولٰى عمر بن الخطاب عن عائشة الصديقة وأم سلمة رضی اللہ عنہما

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن زيد بن أسلم مولٰى عمر بن الخطاب عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ عنہا

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن سالم بن عبدالله بن عمر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ عنہا

٦۔ الإمام أبوحنيفة عن محمد بن المنكدر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ عنہا

٧۔ الإمام أبوحنيفة عن عكرمة مولٰى ابن عباس عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ عنہا

٨۔ الإمام أبوحنيفة عن عثمان بن عبدالله بن موهب التيمي المدني عن أم المؤمنين أم سلمة رضی اللہ عنہا

اِمامِ اعظم کے اُمہات المؤمنین تک طرقِ حدیث کے آٹھ نقشہ جات

پہلا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہن

↓

(تابعی) عامر بن شراحیل الشعبی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

دوسرا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

تیسرا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) نافع مولٰی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

چوتھا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) زید بن اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

پانچواں طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

چھٹا طریق

(ام المؤمنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

ساتواں طریق

(ام المؤمنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

آٹھواں طریق

(ام المؤمنین) امِ سلمہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) عثمان بن عبداللہ بن موھب التیمی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

اِمامِ اعظم کے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنھن تک درج بالا آٹھ طرق میں سے حضرت سالم بن عبداللہ اور زید بن اسلم کے دو طرق پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ضمن میں تحقیق گزر چکی ہے۔ امام شعبی، حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور محمد بن المنکدر کے حوالے سے علیحدہ تحقیق آگے آرہی ہے۔ ہم ذیل میں بقیہ تین ائمہ کے طرق، عطاء بن ابی رِباح کا دوسرا طریق، عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ساتواں طریق اور عثمان بن عبداللہ بن موھب کے آٹھویں طریق پر علمی تحقیق بیان کریں گے۔

www.MinhajBooks.com

(ا) حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے دوسرے طریق کی تحقیق

امام ابو محمد عطاء بن ابی رِباح اسلم قرشی مکی (متوفی ۱۱۴ھ) کا شمار مکہ کے مفتیانِ عظام اور محدّثینِ کرام میں ہوتا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رِباح بذاتِ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی ملاقات کو یوں بیان کرتے ہیں:

أدركت مائتين من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.(۱)

’’میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔‘‘

محدّثین کی تحقیق کے مطابق امام عطاء نے درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ
۱۴۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۱۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۶۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا(۲)

---

(۱) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۲۔ عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

(۲) ۱۔ مزي، تهذيب الكمال، ۲۰: ۷۰۔۷۲

امام ابنِ ابی حاتم نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن عطاء.(۱)

''امام ابوحنیفہ نے عطا بن ابی رباح سے روایت کیا ہے''

(۲) حضرت عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتویں طریق کی تحقیق

حضرت ابوعبد اللہ عکرمہ (متوفی ۱۰۷ھ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ	۸۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ	۱۰۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ	۱۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
۱۵۔ حضرت حمنہ بنت جحش	۱۶۔ حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنھن(۲)

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۷۸۔۷۹

۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۷: ۱۸۰

(۱) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۲۶۵

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۱۲۔۱۳

امام مزی 'تھذیب الکمال' میں امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عن عکرمة مولٰی ابن عباس. (۱)

''آپ نے عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

(۳) حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے آٹھویں طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے براہِ راست علم الحدیث حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب تمیمی مدنی (متوفی ۱۲۰ھ) سے حاصل کیا جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۲)

امام ذہبی اور مزی نے حضرت عثمان بن عبد اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه أبو حنيفة. (۳)

''امام ابوحنیفہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) مزی، تھذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۲۳۱
۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۹: ۴۲۳
۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۱۸۷

(۳) ۱۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۱۸۷
۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۹: ۴۲۳

۳۔ امامِ اعظم کی عبادلہ ثلاثہ تک اَسانیدِ حدیث

امامِ اعظم کو یہ خوش نصیبی بھی حاصل ہے کہ آپ اپنے اکابر شیوخ تابعین کے کئی طرق اور واسطوں سے خلفائے راشدین اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات کے علاوہ عبادلہ ثلاثہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔

(ا) اِمامِ اَعظم کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سات اسانید

جس طرح خصوصی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعے علم الحدیث کوفہ میں منتقل ہوا اسی طرح جلیل القدر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں علم الحدیث کے بانی کہلائے۔ کوفہ میں ان کی خدمات کا تفصیلی تذکرہ گزشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسانید پر تحقیق کرتے ہوئے ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ قاضی شریح بن حارث کوفی، حضرت علقمہ بن قیس کوفی اور مسروق بن اَجدع کوفی جیسے اکابر تابعین تک امام اعظم کی اسانید آپ کے تین تابعین شیوخ، امام ابراہیم بن یزید نخعی کوفی، امام ابو اسحاق سبیعی اور امام سلمہ بن کُہَیل کوفی کے ذریعے ذکر کیں، وہیں ہم نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ یہ تینوں اکابر تابعین (قاضی شریح، حضرت علقمہ اور مسروق) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھی تلامذہ ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جمیع شاگردوں میں کچھ اور بھی نمایاں تھے۔

۱۔ امام ابراہیم نخعیؒ بیان کرتے ہیں:

كان أصحاب عبد الله الذين يقرؤون ويفتون ستة: علقمة، والأسود، ومسروق، وعبيدة، والحارث بن قيس، وعمرو بن شرحبيل.(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۱۰

۲۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۲۳۰

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وہ شاگرد جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور فتویٰ دیتے تھے، چھ ہیں: علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبیدہ سلمانی، حارث بن قیس اور عمرو بن شرحبیل۔‘‘

۲۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

كان الفقهاء بعد أصحاب رسول الله ﷺ بالكوفة في أصحاب عبدالله بن مسعود، وهؤلاء: علقمة بن قيس النخعي، وعبيدة بن قيس المرادي ثم السلماني، وشريح بن الحارث الكندي، ومسروق بن الأجدع الهمذاني ثم الوادعي. (1)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے بعد کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد فقہاء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: علقمہ بن قیس النخعی، عبیدہ بن قیس المرادی السلمانی، شریح بن حارث الکندی اور مسروق بن اجدع الھمذانی الوادعی۔‘‘

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کے وارث درج ذیل سات (۷) نمایاں اشخاص تھے:

۱۔ علقمہ بن قیس ۲۔ اسود بن یزید ۳۔ مسروق بن اجدع

۴۔ عبیدہ سلمانی ۵۔ حارث بن قیس ۶۔ عمرو بن شرحبیل

۷۔ قاضی شریح بن حارث الکندی

.... ۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۹۹، ۱۳: ۲۳۳

۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۶۵

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۹۹

۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۰: ۳۰۴

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۶

درجِ بالا اِن ساتوں جلیل القدر حضرات کے ذریعے امامِ اعظم نے اپنے شیوخ کے واسطوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم سمیٹا۔ امامِ اعظم کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک سات طرق درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعی عن الأسود بن يزيد النخعي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن مسروق بن الأجدع عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي حصين عثمان بن عاصم الأسدي عن عبيدة بن عمرو السلماني عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعی عن أبي ميسرة عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن القاضي شريح بن الحارث الكندي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۷۔ الإمام أبوحنيفة عن سليمان بن مهران الأعمش عن خيثمة بن عبدالرحمن عن الحارث بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا پہلا اور دوسرا نقشہ

١۔ الإمام أبوحنيفة عن إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٢۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعي عن الأسود بن يزيد النخعي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

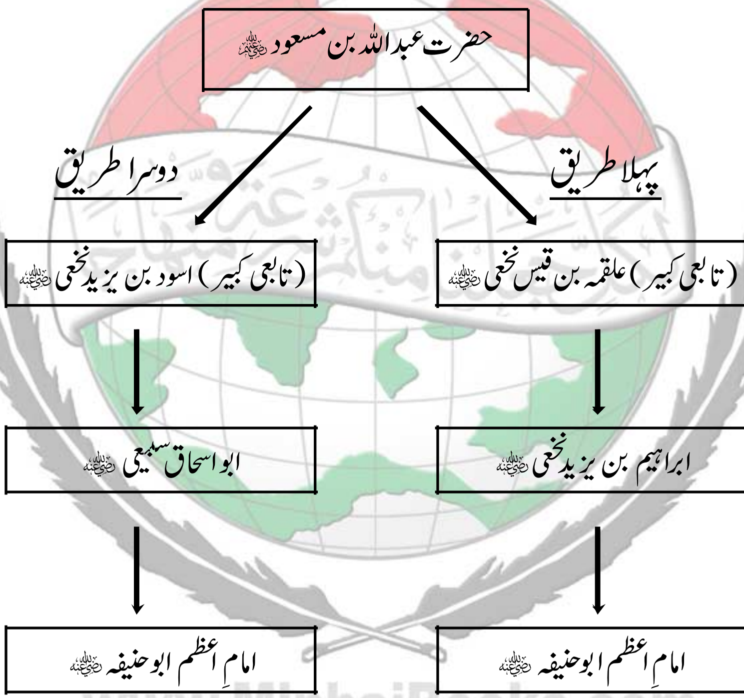

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

امامِ اَعظم نے اپنے شیخ امام ابراہیم نخعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی (٦٢ھ) سے حاصل کیا اور وہ براہِ راست حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث سے مستفید ہوئے۔ امام ابنِ ابی حاتم، کلاباذی اور دیگر ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نخعی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔[۱]

امام مسلم، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت علقمہ بن قیس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه إبراهيم.[۲]

"ابراہیم نخعی نے ان سے روایت کیا ہے۔"

امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اَعظم کے اساتذہ کی فہرست میں امام ابراہیم بن یزید نخعی کا نام درج کیا ہے۔[۳]

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ٦: ۴۰۴
۲۔ کلاباذی، رجال صحیح البخاری، ۲: ۵۷۵
حضرت علقمہ بن قیس کے مزید شیوخ کی تفصیل اور حوالہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرق میں دیکھیں۔

(۲) ۱۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۴۳۰
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۲۰۸
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ٦: ۴۰۴

(۳) صالحی شامی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ٦٦

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخ امام ابو اسحاق سبیعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت اسود بن یزید نخعی (۷۵ھ) سے حاصل کیا۔ حضرت اسود بن یزید نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے بھی اخذِ حدیث کی ہے:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۱)

امام ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی، حضرت اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں اسے امام مسلم، ابنِ منجویہ اور دیگر ائمہ نے حضرت اسود کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أبو إسحاق.(۲)

''ابو اسحاق سبیعی نے اِن سے روایت کیا ہے۔''

خطیب بغدادی اور ذہبی جیسے نقاد ائمہِ رجال نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آپ نے امام ابو اسحاق سے روایت کیا ہے۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۱: ۴۴۹
۲۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۵۶۳
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۲۹۹

(۲) ۱۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۵۶۳
۲۔ ابن منجويه، رجال مسلم، ۱: ۸۰

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا تیسرا اور چوتھا نقشہ

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن مسروق بن الأجدع عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي حصين عثمان بن عاصم الأسدي عن عبيدة بن عمرو السلماني عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

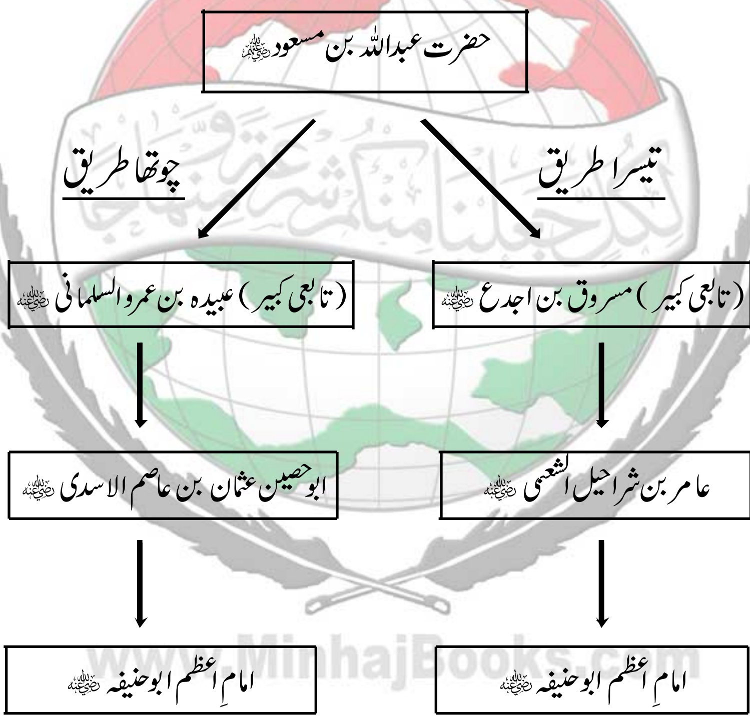

۳۔ تیسرے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخِ اکبر امام عامر بن شراحیل (انہیں عمرو بن شرحبیل بھی کہا جاتا ہے) شعبی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت مسروق بن اجدع (۵۷ھ) سے حاصل کیا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ائمہ حدیث کی تحقیق کے مطابق حضرت مسروق بن اجدع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ خلفائے راشدین سے بھی علم الحدیث اخذ کیا ہے۔(۱) امام بخاری، مسلم اور ابن ابی حاتم نے حضرت مسروق بن اجدع کے تذکرہ میں درج کیا ہے:

روی عنه الشعبي.(۲)

”امام شعبی نے ان سے روایت کیا ہے۔“

امام موفق بن احمد المکی، حصکفی اور مزی نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام شعبی کا نام لکھا ہے۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۷: ۴۵۱
حضرت مسروق بن اجدع کے شیوخ کی مزید تفصیل اور حوالہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرق میں دیکھیں۔

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۲۴۲
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۴۔ چوتھے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے امام ابو حصین عثمان بن عاصم سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی (۷۴ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ براہِ راست حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابنِ ابی حاتم اور دیگر اجل محدّثین کی تحقیق کے مطابق حضرت عبیدہ نے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے۔(۱)

امام ابو سعید بن خلیل علائی نے حضرت عبیدہ سلمانی کا تعارف یوں کرایا ہے:

عبيدة السلماني، صاحب علي وابن مسعود رضی اللہ عنہما. (۲)

''امام عبیدہ سلمانی، حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔''

امام ابنِ ابی حاتم، خطیب بغدادی اور امام نووی نے حضرت عبیدہ سلمانی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابو حصین نے حضرت عبیدہ سے روایت کیا ہے۔(۳)

امام موفق بن احمد المکی، مزی اور سیوطی نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شیوخ اور اساتذہ کی فہرست میں امام ابو حصین عثمان کا نام درج کیا ہے۔(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۸۲
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۶۸۵
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۹۱

(۲) علائی، جامع التحصیل فی أحکام المراسیل، ۱: ۲۳۴

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۹۱
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۱: ۱۱۸
۳۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۱: ۲۹۳

(۴) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۰
۳۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبي حنيفة: ۶۴

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا پانچواں اور چھٹا نقشہ

٥۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعی عن أبي ميسرة عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٦۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن القاضي شريح بن الحارث الكندي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

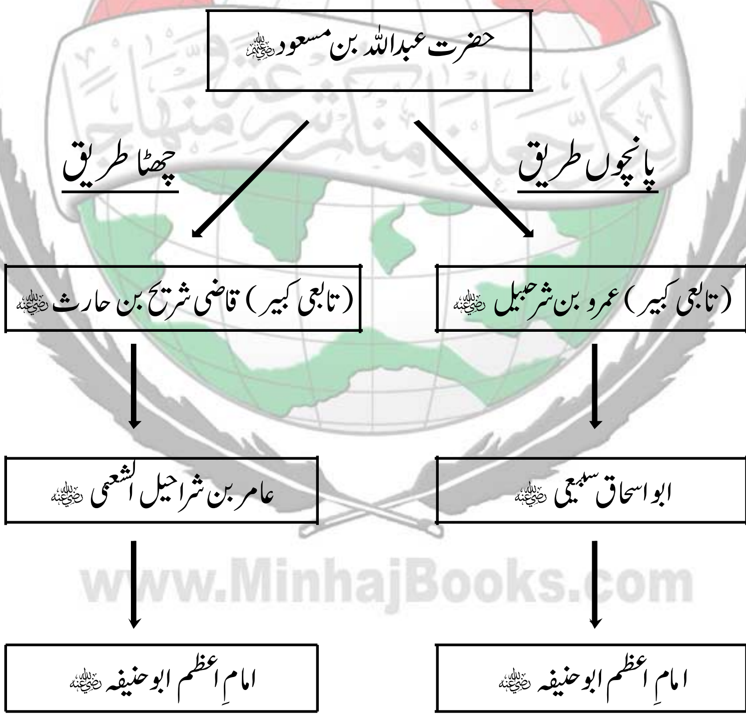

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

۵۔ پانچویں طریق کی تحقیق

امامِ اَعظم نے اپنے شیخ امام ابواسحاق سبیعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت ابومیسرہ عمرو بن شُرَحْبِیل (۶۳ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کے معروف شاگرد ہیں۔

امام عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں:

كان أبو ميسرة من أفاضل أصحاب عبد الله ﷛. (۱)

’’ابو میسرہ، حضرت عبداللہ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں۔‘‘

محدّثین کی تحقیق کے مطابق حضرت عمرو بن شرحبیل نے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام ﷡ سے بھی علم الحدیث اخذ کیا ہے:

۱۔ حضرت عمر بن خطاب ﷛ ۲۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷛

۳۔ حضرت حذیفہ بن یمان ﷛ ۴۔ حضرت سلمان بن ربیعہ ﷛

۵۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ﷛ ۶۔ حضرت معقل بن مقرن ﷛

۷۔ حضرت نعمان بن بشیر ﷛ ۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۲)

امام بخاری، امام مسلم، امام ابنِ ابی حاتم اور امام مزی نے حضرت ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل کے تذکرہ میں درج کیا ہے:

(۱) ابن حبان، الثقات، ۲: ۴۲۹

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۳۴۱
۲۔ مسلم، الکنی و الأسماء، ۱: ۸۲۴
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۳۷
۴۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۲: ۶۰، ۶۱

روى عنه أبو إسحاق.(۱)

’’امام ابواسحاق سبیعی نے ان سے روایت کیا ہے۔‘‘

خطیب بغدادی، امام نووی، مزی اور ذہبی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آپ نے امام ابواسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔(۲)

۶۔ چھٹے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخِ اکبر امام شعبی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت قاضی شریح بن حارث الکندی (۷۸ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بڑے قابل شاگرد ہیں۔ ائمہِ حدیث کی تحقیق کے مطابق قاضی شریح نے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔(۳) امام بخاری، مسلم، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم نے قاضی شریح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه الشعبي.(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۳۴۱
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۸۲۴
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۳۷
۴۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۲: ۶۱

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ نووی، تھذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۳۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۴۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

(۳) مزی، تھذیب الکمال، ۱۲: ۴۳۷

(۴) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۲۲۸

''امام شعبی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

امام مزی اور سیوطی نے امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام عامر بن شراحیل شعبی کا نام لکھا ہے۔(۱)

www.MinhajBooks.com

.... ۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۸۰

۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۳۵۲

۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۳۳۲

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۲۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۴۷

مزید حوالہ جات کے لئے دوسرے طریق کی علمی تحقیق ملاحظہ کریں۔

حضرت ابنِ مسعود ؓ تک طریقِ حدیث کا ساتواں نقشہ

۷۔ الإمام أبوحنيفة عن سليمان بن مهران الأعمش عن خيثمة بن عبدالرحمن عن الحارث بن قيس عن عبد الله بن مسعود ؓ

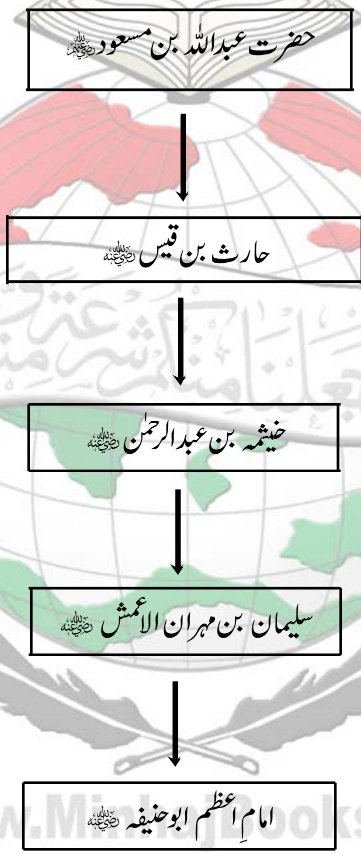

۷۔ ساتویں طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے امام سلیمان بن مہران اَعمش سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ امام خَیْثَمہ بن عبدالرحمٰن بن ابی سَبْرَہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت حارث بن قیس الجعفی سے حاصل کیا۔ امام بخاری، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق حضرت حارث بن قیس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ (۱) امام ابنِ حبان، ذہبی اور عسقلانی، حضرت حارث بن قیس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه خيثمة بن عبدالرحمن. (۲)

’’خیثمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت حارث سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام بخاری، مسلم، ابنِ ابی حاتم اور ذہبی نے امام خیثمہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع منه الأعمش. (۳)

’’اَعمش نے امام خیثمہ سے سماع کیا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۷۹
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۱۳۳
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۸۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۱۳۳
۲۔ ذہبی، الکاشف، ۱: ۳۰۴
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۱۳۴

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۳: ۲۱۵
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۱۹۲
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۳۹۳
۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۳۲۱

امام موفق بن احمد المکی، ذہبی اور سیوطی کے مطابق امام اَعمش، امامِ اَعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔ (۱)

ان ساتوں طرق کی علمی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ امامِ اَعظم اپنے اَجل اور اَوثق شیوخ کے ذریعے سے، حضرت علقمہ بن قیس، اسود بن یزید النخعی، مسروق بن اجدع، عبیدہ بن عمرو السلمانی، ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل، قاضی شریح بن حارث الکندی اور حارث بن قیس کے توسط سے خلفائے راشدین المہدیین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بالخصوص کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہوئے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۵
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۲۷
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۷۴

(۲) امامِ اعظم کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سات اسانید

امامِ اعظم اپنے شیوخ کے ذریعے سات طرق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہوئے ہیں۔ یہ سات طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن عكرمة مولٰى ابن عباس عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن طلحة بن نافع عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن عثمان بن عاصم عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن عمرو بن دينار المكي عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهم

۶۔ الإمام أبوحنيفة عن عبدالعزيز بن رفيع المكي عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

۷۔ الإمام أبوحنيفة عن ميمون بن مهران عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهم

www.MinhajBooks.com

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کے سات نقشہ جات

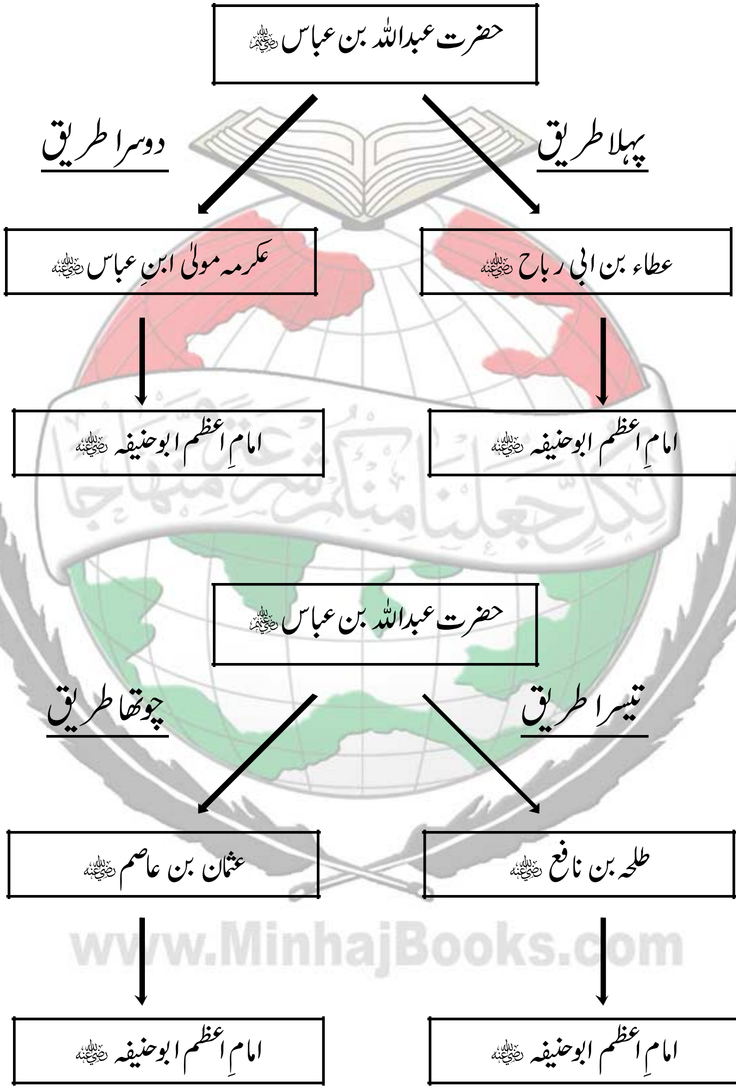

www.MinhajBooks.com

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ

پانچواں طریق

عمرو بن دینار المکی ؓ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ ؓ

چھٹا طریق

عبدالعزیز بن رفیع المکی ؓ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ ؓ

ساتواں طریق

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ

↓

میمون بن مہران ؓ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ ؓ

www.MinhajBooks.com

امامِ اعظم کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث میں موجود بعض شیوخ تابعین پر تحقیقات ہم پچھلے صفحات میں خلفائے راشدین اور ازواجِ مطہرات کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ امام صاحب کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقِ علم الحدیث میں باقی تین طرق پر تحقیقات درجِ ذیل ہیں:

۱۔ امام عمرو بن دینار المکی رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخ امام عمرو بن دینار المکی سے علم الحدیث حاصل کیا اور وہ براہِ راست حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

امام عمرو بن دینار مکی (متوفی ۱۲۶ھ) نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ[1]

امام عمرو بن دینار، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔[2]

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۰، ۳۰۱
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۲: ۵۔۷

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

۲۔ امام عثمان بن عاصم ﷛ کے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ امام ابو حصین عثمان بن عاصم (۱۲۸ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ کے علم الحدیث سے فیض یاب ہوئے۔

امام ابو حصین عثمان بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام ﷡ سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ ﷛ ۲۔ حضرت ابو سعید خدری ﷛

۳۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر ﷛ ۴۔ حضرت انس بن مالک ﷛

۵۔ حضرت زید بن ارقم ﷛ (۱)

امام مزی اور ذہبی، امامِ اعظم ابو حنیفہ ﷛ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عن أبي حصين الأسدي. (۲)

’’آپ نے امام ابو حصین اسدی سے روایت کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام عبدالعزیز بن رفیع ﷛ کے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے امام عبدالعزیز بن رفیع (متوفی ۱۳۰ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ سے روایت کیا ہے، یوں ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ کا علم الحدیث سمیٹا۔

امام عبد العزیز بن رفیع مکہ کے بہت بڑے محدّث تھے۔ امام بخاری، ابنِ ابی

(۱) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۳
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۷: ۱۱۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۰
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

حاتم اور ابنِ حبان کے مطابق امام عبدالعزیز نے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔(۱)

امام موفق بن احمد المکی، کردری اور سیوطی نے امام عبدالعزیز کو امامِ اعظم کا حدیث میں شیخ اور استاد قرار دیا ہے۔(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۱۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۸۱
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۱۲۳

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۸۰
۳۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبی حنيفة: ۴۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

(۳) امامِ اعظم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی چھ اسانید

امامِ اعظم اپنے شیوخ کے ذریعے عبادلہ ثلاثہ میں سے تیسرے فرد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علم الحدیث کے بھی چھ نمایاں طرق سے وارث ٹھہرے ہیں۔ یہ چھ طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبو حنيفة عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما

۲۔ الإمام أبو حنيفة عن زيد بن أسلم مولٰى عمر بن الخطاب عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما

۳۔ الإمام أبو حنيفة عن نافع مولٰى عبد الله بن عمر عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما

۴۔ الإمام أبو حنيفة عن ثابت بن أسلم البناني عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما

۵۔ الإمام أبو حنيفة عن ميمون بن مهران عن عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما

۶۔ الإمام أبو حنيفة عن محارب بن دثار الكوفي عن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما

www.MinhajBooks.com

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کے چھ نقشہ جات

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

پہلا طریق

سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
↓
اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

دوسرا طریق

زید بن اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
↓
اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

تیسرا طریق

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
↓
نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
↓
اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

چوتھا طریق

ثابت بن اسلم البُنانی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

پانچواں طریق

میمون بن مہران رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

چھٹا طریق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

↓

محارِب بن دِثار الکوفی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

امام اعظم کے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث میں سے بعض کی تحقیقات ہم پچھلے صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، اِن کے طرق میں سے بقیہ تین طرق کا ہم ذیل میں تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

حضرت ابوعبداللہ نافع بن ہرمز مدنی عدوی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے آقا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۷۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۸۔ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا(۱)

امام ابنِ ابی حاتم، خطیب بغدادی، امام نووی اور مزی، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عن نافع مولى ابن عمر.(۲)

''امام ابوحنیفہ نے حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۱: ۱۴۴
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۴۲۴
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۳۶۸

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۴۴۹
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۳۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۴۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

۲۔ حضرت ثابت بن اسلم بُنانی رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے حضرت ثابت بن اسلم بُنانی (۱۲۷ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یوں ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث سمیٹا۔ امام ذہبی کی تحقیق کے مطابق حضرت ثابت نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے۔(۱)

امام موفق بن احمد المکی، ابنِ بزاز کردری اور محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں حضرت ثابت کا نام درج کیا ہے۔(۲)

۳۔ حضرت مُحارِب بن دِثار رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

حضرت مُحارِب بن دِثار الکوفی (۱۱۶ھ) کا شمار بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ہوتا ہے جبکہ یہ امامِ اعظم کے شیخ ہیں۔ لہٰذا ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ امام ذہبی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت محارِب نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔(۳)

خطیب بغدادی، امام مزی اور ذہبی نے امامِ اعظم کے شیوخ میں حضرت محارب

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۲۰

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۱

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۷۴

۴۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة: ۶۸

(۳) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۱۷

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۴۵

کا نام لکھا ہے۔(۱)

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اپنے اکابر شیوخ کے ذریعے سے عبادلہ ثلاثہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے درج بالا اِن طرق کی علمی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آپ ان حضرات کے علم الحدیث کے بھی بدرجۂ اَتم وارث ٹھہرے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۴

۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۴۔ امامِ اعظم کی دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم تک اسانیدِ حدیث

امامِ اعظم، خلفائے راشدین، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور عبادلۂ ثلاثہ کے علاوہ اپنے اکابر شیوخ تابعین کے کئی طرق اور واسطوں سے دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ جن میں سے ہم امام صاحب کے تین اکابر شیوخ (امام عامر بن شراحیل شعبی، امام حسن بصری اور امام محمد بن المنکدر ر) کے طرق پر تحقیق درج کر رہے ہیں۔

(۱) امامِ اعظم کی بطریقِ امام شعبیؒ بیالیس صحابہ رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امامِ اعظم کے اگر بہت سے اکابر تابعین شیوخ نہ بھی ہوتے تو تب بھی آپ کے ایک ہی استاد تابعی اکبر حضرت ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی ہمدانی کوفی (۱۰۴ھ) کافی تھے۔ ان کی ولادت ۱۷ ہجری میں ہوئی جو کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ کتب اسماء الرجال کے مطابق آپ نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جبکہ ایک سو پچاس (۱۵۰) کے قریب صحابہ سے علم الحدیث لیا۔ اس لحاظ سے یہ سارے صحابہ امام شعبی کے حدیث میں استاذ ہیں۔

۱۔ امام شعبی خود ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أدرکت خمس مائة من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أو أکثر. (۱)

’’میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ سو یا اس سے زیادہ صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۴۵۰
۲۔ سلیمان بن خلف باجی، التعدیل والتجریح، ۳: ۹۹۳
۳۔ ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۸۱
۴۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۵۹

۲۔ امام ابن حبان نے امام شعبی کو ثقات تابعین میں شمار کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے:

روی عن خمسین و مائة من أصحاب رسول الله ﷺ.[1]

''امام شعبی نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک سو پچاس (۱۵۰) صحابہ کرام سے روایتِ حدیث کی ہے۔''

امام شعبی نے جن جلیل القدر صحابہ سے حدیث کو روایت کیا ہے ان میں سے درج ذیل بیالیس (۴۲) صحابہ کرام کے اسماء کتبِ اسماء الرجال سے معلوم ہو سکے ہیں:

۱۔ حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جَرِیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت سعید بن زَید رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۱) ابن حبان، الثقات، ۵: ۱۸۶

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۲۴۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ
۲۵۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۶۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
۲۷۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۸۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
۲۹۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۳۰۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ
۳۱۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۳۲۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ
۳۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۳۴۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ
۳۵۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۳۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۳۸۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۹۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
۴۰۔ حضرت اَسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا
۴۱۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا
۴۲۔ حضرت ام ہانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا(۱)

امام شعبی، امام اعظم کے حدیث میں شیخِ اکبر ہیں۔

۱۔ امام موفق بن احمد المکی، حصکفی، امام مزی، ذہبی اور سیوطی جیسے اکابر محدّثین نے نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام شعبی کا نام لکھا ہے۔(۲)

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۷
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۲۸۔۳۱
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۵۸

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷

۲۔ امام ذہبی نے 'تذکرۃ الحفاظ' میں امام شعبی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اِن سے روایت کیا ہے، آگے صراحت کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے:

هو أكبر شيخ لأبي حنيفة. (۱)

''آپ امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔''

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام شعبی نے **۱۵۰** صحابہ کرام سے پوری دنیا کا علم سمیٹ کر اپنے شاگرد امامِ اعظم کو منتقل کیا جس سے صرف اسی ایک طریق سے امام صاحب کے مقامِ حدیث کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

www.MinhajBooks.com

.......۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

۳۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۴۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۵۔ سیوطی، تبییض الصحیفۃ بمناقب أبي حنیفۃ: ۴۷

(۱) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۹

(۲) امام اعظم کی بطریقِ امام حسن البصری نو صحابہ رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر صحابہ کرام کے علم الحدیث کے وارث ہونے میں دوسرا اہم واسطہ امام ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری (۱۱۰ھ) کا ہے۔

شیوخِ امام حسن البصری

۱۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۲۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۳۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۴۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ	۵۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۶۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ
۷۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۸۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۹۔ عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن البصری رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام حسن بصری وہ خوش قسمت تابعی ہیں جنہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پرورش پائی۔ امام حسن بصری نے بہت سارے صحابہ اور سینکڑوں اکابر تابعین سے علم الحدیث سمیٹ کر اپنے شاگرد ابو حنیفہ کو عطا فرمایا۔

امام ذہبی کے مطابق امام حسن بصری نے درج ذیل صحابہ کرام سے علم الحدیث

حاصل کیا:

۱۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ(۱)

امام حصکفی نے 'مسند امام اعظم' میں بذاتِ خود امام اعظم کا قول نقل کیا ہے کہ امام حسن بصری حدیث میں اُن کے شیخ اور استاد ہیں۔(۲)

(۱) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۱

(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

www.MinhajBooks.com

(۳) امام اعظم کی بطریقِ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر صحابہ کرام کے علم الحدیث کے وارث ہونے میں تیسرا اہم طریق امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱ھ) کا ہے۔

شیوخِ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۵۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۶۔ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
۷۔ ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۹۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۱۔ اسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا	

↓

امام محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام ابوعبداللہ محمد بن منکدر کا شمار بھی امام اعظم کے شیوخ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے

درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث اخذ کرکے امامِ اعظم کو منتقل کیا:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۱۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (۱)

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع عن محمد بن المنكدر. (۲)

''آپ نے محمد بن منکدر سے سماع کیا۔''

ان کے علاوہ امام موفق، مزی، ذہبی اور سیوطی نے بھی امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام محمد بن منکدر آپ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۱: ۲۱۹
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۹۷
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۳۵۰
۴۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۵۰۴۔ ۵۰۵
۵۔ ذھبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۳۔ ۳۵۴
(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۳۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

خلاصۂ بحث

اگر آپ کے سلسلۂ اساتذہ کی عمیق نظروں سے تحقیق کی جائے تو کئی تصانیف وجود میں آ سکتی ہیں مگر اختصاراً بات کو سمجھانے کے لئے اس پر اکتفا کرنا کافی ہے کہ امامِ اعظم کے وہ اکابر اساتذہ جنہیں تابعیت کا شرف حاصل ہے کتنے ہی کبار اور جلیل القدر صحابہ کرام کے شاگرد ہیں لہٰذا امامِ اعظم تک ان تابعین شیوخ کے ایک ایک واسطے کے ذریعے سینکڑوں صحابہ کرام کا علم الحدیث پہنچا۔ امامِ اعظم تک بیسیوں صحابہ کا علم امام شعبی کے ذریعے پہنچا اور سینکڑوں صحابہ کا علم امامِ اعظم تک حضرت علقمہ بن قیس، قاضی شریح، حضرت مسروق بن اَجدع، حضرت اسود بن یزید، حضرت عبیدہ سلمانی، حضرت حارث بن قیس اور حضرت عمرو بن شرحبیل کے ذریعے پہنچا۔ اسی طرح امامِ اعظم نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن منکدر، حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر، حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر، حضرت زید بن اسلم، حضرت عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس، حضرت عمرو بن دینار، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہم اور دیگر اعاظم شیوخ کے ذریعے سینکڑوں صحابہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ یہ سب طرق اور واسطے امامِ اعظم کے علم الحدیث کے منابع، ماخذ اور مصادر ہیں۔ اِن بلند پایہ طرق اور سلاسل کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ امامِ اعظم نے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اپنے شیوخ کے ذریعے سرزمینِ مکہ مکرمہ کا علم الحدیث بھی ایک دو واسطوں سے حاصل کیا، مدینہ منورہ کے علم الحدیث سے بھی فیضیاب ہوئے، اپنے مولد کوفہ کے جمیع علم الحدیث سے بھی مستفید ہوئے اور بصرہ، حتیٰ کہ شام کے علم الحدیث سے بھی آپ کو حصۂ وافر میسر آیا۔

www.MinhajBooks.com

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۸

باب ہشتم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ نو اَئمہ اہلِ بیتِ نبوی کے علم الحدیث کے وارث ہیں

www.MinhajBooks.com

گزشتہ باب میں ہم نے بالتفصیل امامِ اعظم کے ان طرق اور اسانیدِ حدیث پر روشنی ڈالی ہے جو ان کے اور خلفائے راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے درمیان متصل ہیں۔ اس باب میں ہم ان اسنادِ حدیث کا تذکرہ کر رہے ہیں جو امام صاحب کو ائمہ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ سے مربوط کر رہے ہیں۔ مدعائے تحقیق یہ ہو گا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ائمہِ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ امامِ اعظم کے دور میں اہلِ بیتِ اطہار کے جتنے امام موجود تھے اور جن سے علمِ نبوت ﷺ کے چشمے جاری ہو رہے تھے، آپ نے ایک ایک کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اہلِ بیتِ اطہار میں سے نو (۹) اکابر حضرات امامِ اعظم کے شیوخ ہیں۔ اہلِ بیتِ اطہار ہونے کی حیثیت سے ان میں سے اکثر کا علمی سلسلہ سیدنا مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ تک جاتا ہے۔ فقہ و حدیث کے کسی بھی امام کو امام ابوحنیفہ کی طرح کثیر ائمہ اہلِ بیت سے فیضیاب ہونے کا یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ ان تمام طرق اور سلاسل کے ذریعے اہلِ بیت کا وسیع ذخیرۂ علم الحدیث امامِ اعظم کے حصہ میں آیا۔ ذیل میں ہم ترتیب وار آپ کے ان شیوخ اور ان کی اسناد کا ذکر کر رہے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

۱۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام محمّد الباقر عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام محمد الباقر بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا پورا نام ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین المعروف محمد الباقر ہے۔ آپ کا مکمل سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حیاتِ مبارکہ میں مدینہ منورہ میں ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ آپ مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔

آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

آپ کی روایات اپنے نانا حضرت حسن بن علی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مروی سنن نسائی میں موجود ہیں جبکہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آپ کی روایت سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔(۱)

امام محمد الباقر، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے ترجمہ میں ان کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

روى عن أبي جعفر محمد بن علي.(۲)

---

(۱) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۱۔ ۴۰۲

۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹

''امام ابوحنیفہ نے امام ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کیا ہے۔''

امام محمد الباقر وہ خوش نصیب شخص ہیں جنہیں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سلام بھیجا تھا۔ اس روایت کو امام ابنِ عساکر، سبط ابنِ جوزی، ابنِ تیمیہ، احمد بن حجر المکی اور علامہ مؤمن بن حسن شبلنجی نے بیان کیا ہے۔

۱۔ ابوزبیر سے روایت ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے جبکہ (بڑھاپے کے باعث) ان کی نظر اور دانت کمزور ہو چکے تھے۔ اس دوران میں امام علی بن حسین زین العابدین اپنے چھوٹے بیٹے محمد الباقر کے ہمراہ تشریف لائے، انہوں نے آکر آپ کو سلام کیا اور تشریف فرما ہو کر اپنے بیٹے محمد الباقر سے کہا کہ اپنے چچا کے پاس جاؤ اور جھک کر ان کے سر کا بوسہ لو، پس بچے نے ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ میرا بیٹا محمد ہے۔ یہ سننا تھا کہ آپ نے بچے کو سینے سے لگایا اور رو دیئے پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے محمد! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے سلام بھیجا ہوا ہے۔ ان کے کسی ساتھی نے آپ سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كنت عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فدخل عليه الحسين بن علي فضمّه إليه وقبّله وأقعده إلى جنبه. ثم قال: يولد لإبني هذا إبن يقال له علي. إذا كان يوم القيامة نادى منادٍ من بطنان العرش ليقم سيد العابدين فيقوم هو، ويولد له محمّد، إذا رأيته يا جابر! فاقرأ عليه السّلام منّي واعلم أن بقائك بعد ذلك اليوم قليل.

...... ۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

۴۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۴۰۱

۵۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

فما لبث جابر بعد ذلک الیوم إلا بضعة عشر یومًا حتی توفّی. (۱)

''میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ اس دوران آپ کے پاس حسین بن علی حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور ان کا بوسہ لے کر انہیں اپنے پہلو مبارک میں بٹھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک ندا دینے والا عرش کی پہنائیوں سے ندا دے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو وہ لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ اِس کے ہاں ایک لڑکا محمد پیدا ہوگا، اے جابر! جب تم اسے دیکھو تو میری طرف سے اسے سلام کہنا اور جان لینا کہ اس دن کے بعد تمہاری زندگی کم رہ جائے گی۔

''چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس دن کے بعد دس سے کچھ دن اوپر حیات رہ کر وصال فرما گئے۔''

۲۔ امام سبط ابنِ جوزی (۶۵۴ھ) نے دوسری روایت ایسے بیان کی ہے کہ امام ابو جعفر محمد الباقر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

محمّد بن علي بن الحسین!

''محمد بن علی بن حسین!''

انہوں نے کہا:

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۵۴: ۲۷۶

۲۔ سبط ابن جوزی، تذکرة الخواص: ۳۰۳

۳۔ ابن تیمیة، منهاج السنة النبویة، ۴: ۱۱

۴۔ ابن حجر مکی، الصواعق المحرقة، ۲: ۵۸۶

۵۔ شبلنجی، نور الأبصار فی مناقب آل بیت النبی المختار: ۲۸۸

ادن مني.

’’آپ میرے قریب ہو جائیے۔‘‘

پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا، پھر ان سے کہا:

رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يسلّم عليك. (۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔‘‘

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

اکابر تابعین اور اجل محدّثین نے اِن کے بلند علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ امام محمد الباقر نے امام ابو حنیفہ کو کسی مسئلہ پر جواب دیا تو امامِ اعظم نے آپ کی علمی ذہانت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

ما رأيت جواباً أفحم منه. (۲)

’’میں نے اس سے زیادہ ساکت کر دینے والا جواب کوئی نہیں سنا۔‘‘

امامِ اعظم نے چار ہزار (۴,۰۰۰) شیوخ کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا لیکن آپ نے اپنے اور کسی استاذ کے علمی اعترف میں ایسے کلمات نہیں کہے۔ امام محمد الباقر کے حق میں امام صاحب کا یہ ایک قول ہی اُن کے بلند پایہ تفقہ کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے۔

۲۔ امام محمد الباقر کے شاگرد امام عبداللہ بن عطاء المکی نے آپ کا علمی مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص: ۳۰۳

(۲) سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص: ۳۰۲

ما رأيت العلماء عند أحد أصغر علمًا منهم عند أبي جعفر، لقد رأيت الحكم عنده كأنه متعلّم. (۱)

’’میں نے علماء کو ان سے کم علم والے کسی بھی شخص کے پاس نہیں دیکھا، (اور) انہی (علماء) میں سے بعض ابوجعفر (امام محمد الباقر) کے پاس حاضر ہوتے، میں نے حَکَم بن عُتَیبہ جیسے شخص کو اُن کے پاس متعلم کی حیثیت سے دیکھا۔‘‘

امام حَکَم بن عُتَیبہ (متوفی ۱۱۳ھ) کا شمار اکابر محدّثین میں ہوتا ہے، وہ بھی امام محمد الباقر کے پاس تلمیذ کی حیثیت سے حاضر ہوتے۔

۳۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے امام محمد الباقر کے بارے میں فرمایا:

كان ثقة كثير الحديث. (۲)

’’آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔‘‘

۴۔ امام ابنِ برقی (۲۴۹ھ) نے کہا:

كان فقيها فاضلا. (۳)

’’آپ فضیلت کے حامل فقیہ تھے۔‘‘

۵۔ امام ابنِ خلکان (۶۸۱ھ) نے امام محمد الباقر کے علمی مقام پر لکھا ہے:

كان الباقر عالمًا، سيّدًا كبيرًا، و إنما قيل له الباقر: لأنه تبقّر في

---

(۱) ۱۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیة الأولياء وطبقات الأصفياء، ۳: ۱۸۶
۲۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۲: ۱۱۰
۳۔ سبط ابن جوزی، تذکرة الخواص: ۳۰۲

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۱۲

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۱۲

العلم، أی توسّع.(۱)

''امام الباقر بڑے عالم اور عظیم سردار تھے، آپ کو 'الباقر' کا لقب اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ نے علم میں وسعت حاصل کی۔''

۶۔ امام ذہبی (۷۴۸ھ) نے آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے:

وشُهِرَ أبو جعفر: بالباقِر، من: بَقَرَ العلمَ أی شقَّه فعرَف أصْلَهُ و خَفِيَّهُ. ولقد كان أبو جعفر إماما، مجتهدا، تالِيًا لكتاب الله، كبيرَ الشأن.(۲)

''امام ابوجعفر ''الباقر'' کے نام سے مشہور ہیں۔ (الباقر) کا مطلب ہے: آپ نے علم کا سینہ چاک کرکے اس کی اصل اور مخفی کی معرفت حاصل کر لی۔ ابوجعفر، امام، مجتہد، قرآن سے لگاؤ رکھنے والے اور بڑی شان کے مالک تھے۔''

۷۔ امام ذہبی نے آپ کے تذکرہ میں یوں بھی لکھا ہے:

وقد عدَّه النسائي وغيره فی فقهاء التّابعين بالمدينة. واتّفق الحفّاظ على الاحتجاج بأبي جعفر.(۳)

''امام نسائی وغیرہ نے آپ کو مدینہ کے فقہاء میں شمار کیا ہے۔ حفاظِ حدیث امام ابوجعفر کے حجت ہونے پر متفق ہیں۔''

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان علمی مکالمہ

۱۔ امامِ اعظم کے معروف شاگرد امام عبداللہ بن مبارک، امامِ اعظم کی سیدنا امام

(۱) ابن خلکان، وفيات الأعيان، ۴: ۱۷۴

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۲

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۲

الباقر سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب کی امام محمد الباقر سے مدینہ طیبہ میں ملاقات ہوئی۔ امامِ اعظم پر بعض حاسدین نے ترکِ احادیث کا الزام لگا رکھا تھا چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو امام باقر نے ان سے پوچھا:

أنت الذي خالفتَ أحاديث جدّي ﷺ بالقياس؟

’’کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو اپنے قیاس کی بناء پر میرے جدِ امجد ﷺ کی احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟‘‘

امامِ اعظم نے کہا: معاذ اللہ! آپ تشریف رکھیں تو عرض کرتا ہوں، آپ کی عزت و حرمت ہم پر ایسے ہی لازم ہے جیسے آپ کے جدِ امجد حضور نبی اکرم ﷺ کی حرمت صحابہ پر تھی۔ امام باقر تشریف فرما ہوئے تو امام صاحب بھی آپ کے روبرو بیٹھ گئے اور عرض کیا: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ ان کے جواب مرحمت فرما دیں؟ پہلا سوال یہ ہے کہ

الرجل أضعف أم المرأة؟

’’مرد ضعیف ہے یا عورت؟‘‘

انہوں نے فرمایا: عورت۔ پھر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا: عورت کا وراثت میں کتنا حصہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: عورت کا حصہ مرد کے حصہ کا نصف ہے۔ یہ جواب سن کر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا:

هذا قول جدّك ولو حوّلت دين جدّك لكان ينبغي فى القياس أن يكون للرجل سهم و للمرأة سهمان لأن المرأة أضعف من الرّجل.

’’یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اور اگر میں آپ کے نانا کے دین کو قیاس کے

ذریعے بدلنا چاہتا تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک حصہ دیتا اور عورت کو دو کیونکہ مرد کی نسبت عورت زیادہ کمزور ہوتی ہے۔''

پھر امامِ اعظم نے دوسرا سوال عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے کہا:

هذا قول جدّک ولو حوّلت دين جدّک فالقياس أن المرأة إذا طهرت من الحيض أمرتها أن تقضی الصّلوة ولا تقضی الصّوم.

''یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اگر میں نے آپ کے نانا کے دین کو تبدیل کر دیا ہوتا تو قیاس یہ کہتا ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہو تو اُسے حکم دیا جائے کہ روزہ قضا کرنے کی بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کرے۔''

پھر امام ابوحنیفہ نے تیسرا سوال عرض کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیشاب۔ اس پر امامِ اعظم نے کہا:

فلو کنت حوّلت دين جدّک بالقياس لکنت أمرت أن يغتسل من البول و يتوضّأ من النّطفة لأنّ البول أقذر من النّطفة، ولکن معاذ اﷲ أن أحوّل دين جدّک بالقياس.

''اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانا کا دین بدل دیا ہوتا تو میں فتویٰ دیتا کہ پیشاب کرنے پر غسل کرنا چاہئے اور منی خارج ہونے پر وضو۔ کیونکہ پیشاب منی سے زیادہ نجس ہوتا ہے لیکن معاذ اللہ کہ میں آپ کے نانا کے دین کو قیاس کے ذریعے تبدیل کروں۔''

یہ سنتے ہی امام باقر اپنے مقام سے اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے، آپ کو شرف وتکریم سے نوازا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔(1)

(۱) ا۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۱۶۸

اس رِوایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امامِ اعظم کے فہم قرآن وحدیث اور بلند پایہ قیاس ومجتھدانہ بصیرت کے خلاف مخالفین نے اس قدر پراپیگنڈہ کیا تھا کہ امام محمد الباقر جیسے اَجل امام نے بھی آپ سے اس خدشہ کا اظہار کیا۔ جب امام صاحب نے مختلف مثالیں دے کر اپنی فقیہانہ بصیرت کا اظہار کر دیا تو امام باقر نے نہ صرف اپنا الزام واپس لے لیا بلکہ امام ابوحنیفہ کی علمی، فقہی اور اجتہادی صلاحیت کی تصدیق فرماتے ہوئے قیام فرما ہو کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا۔ اس کی تائید درج ذیل رِوایات سے بھی ہوتی ہے:

۲۔ سنن الترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ابوحمزہ ثُمالی (۱۴۸ھ) بیان کرتے ہیں:

كنّا عند أبي جعفر محمّد بن علي، فدخل عليه أبوحنيفة، فسأله عن مسائلَ فأجابه محمّد بن علي، ثم خرج أبوحنيفة، فقال لنا أبو جعفر: ما أحسَنَ هَدْيَه وسَمْتَه، وَما أكثَرَ فِقهَه. (۱)

’’ہم امام ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امام ابوحنیفہ نے ان کے پاس حاضر ہوکر آپ سے چند مسائل کے بارے میں دریافت کیا۔ پس امام محمد بن علی نے ان کو جواب دیا۔ پھر جب ابوحنیفہ چلے گئے تو امام ابوجعفر نے ہمیں فرمایا: اس شخص کی ہدایت کتنی اچھی ہے، اس کا راستہ کتنا نمایاں ہے اور اس کو دین کا کتنا زیادہ فہم حاصل ہے۔‘‘

۳۔ ایک مرتبہ امامِ اعظم مکہ مکرمہ میں امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

------ ۲۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان: ۷۶

۳۔ ابو زهرة، أبو حنيفة: ۷۱

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ۱۹۳

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة: ۳۳

تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ابوحنیفہ! میں آپ کو (نگاہِ بصیرت سے) دیکھ رہا ہوں کہ

أنت تحيي سنّة جدّي ﷺ وقد اندرست، و تكون معينا لكلّ ملهوف وغياثا لكلّ مهموم، يسلک بک المتحيّرون إذا وقفوا، تهديهم إلى الواضح من الطريق إذا تحيّروا، فلک من الله العون والتوفيق حتى تشارک الربّانيّين في الطريق.[1]

''آپ میرے نانا کی مٹی ہوئی سنت کا احیاء کریں گے، آپ ہر غم زدہ کے مدد گار ہوں گے اور ہر مصیبت زدہ کے فریاد رس ہوں گے، پریشان حال لوگ جب کوئی راہِ نجات نہ پائیں گے تو آپ کے ذریعہ سے چلیں گے، آپ راستہ بھولنے والے لوگوں کی واضح طریق کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص مدد و توفیق حاصل ہوگی یہاں تک کہ آپ راہِ طریقت میں اہل اللہ کے شریک کار ہو جائیں گے۔''

امام ابونعیم، سعید بن عفیر اور مصعب زبیری کے مطابق امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۱۴ھ میں ہوا۔[2]

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۳۱

(۲) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۹

۲۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام زيد بن علي عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امامِ اعظم، امام محمد الباقر کے بھائی اور امام زین العابدین کے دوسرے بیٹے امام زید کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ کا مکمل سلسلہ نسب یوں ہے: زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد امام زین العابدین کے طریق سے سیدنا امام حسن، امام حسین اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا۔

امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) امام زید کو اپنی کتاب الثقات میں تابعی شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رأى جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.[1]

''امام زید نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا ہے۔''

امام زید نے درج ذیل اکابر تابعین سے براہ راست روایتِ حدیث کی ہے:

۱۔ اپنے والدِ گرامی امام زین العابدین
۲۔ اپنے بھائی امام محمد الباقر
۳۔ اَبان بن عثمان
۴۔ عروہ بن زبیر
۵۔ عبید اللہ بن ابی رافع رحمهم الله تعالى[2]

امام موفق بن احمد المکی اور صاحبِ ''سیرۃ الشامیہ'' امام محمد بن یوسف صالحی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیوخ کی فہرست میں امام زید کا نام درج کیا ہے۔[3]

---

(۱) ابن حبان، الثقات: ۴: ۲۴۹

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۹۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۳: ۳۶۲

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۴
۲۔ صالحی، عقود الجمان: ۷۲

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہِ اہلِ بیت اور محدّثینِ عظام نے ان کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام محمد باقر کے بیٹے امام جعفر صادق (۱۴۸ھ) نے اپنے چچا امام زید کے علمی مقام کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

كان والله أقرأنا لكتاب الله، وأفقهنا في دين الله، وأوصلنا للرحم، والله ما ترك فينا لدنيا ولا لآخرة مثله. (۱)

''اللہ رب العزت کی قسم! امام زید ہم میں سب سے زیادہ قرآن کو پڑھنے والے، اللہ کے دین کی ہم میں سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا اور آخرت میں اب ہم میں ان کی مثل کوئی بھی موجود نہیں۔''

۲۔ امام جعفر صادق نے ایک اور موقع پر امام زید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

رحم الله عمّي، كان والله سيّدا، لا والله ما ترك فينا لدنيا ولا لآخرة مثله. (۲)

''اللہ تعالیٰ میرے چچا زید پر رحم فرمائے، اللہ رب العزت کی قسم! وہ سردار تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا اور آخرت میں اب ہمارے درمیان ان کی مثل کوئی بھی موجود نہیں۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۹۷

۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۰

(۲) ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۱۹: ۴۵۸

۳۔ محدّثِ اکبر امام شعبی (۱۰۴ھ) نے امام زید کے متعلق فرمایا:

واللہ ما ولدت النساء أفضل من زید بن علي ولا أفقه ولا أشجع ولا أزهد.[1]

’’اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی عورت نے بھی زید بن علی سے زیادہ فضیلت کا حامل، ان سے زیادہ فقیہ، ان سے زیادہ شجاع اور ان سے زیادہ زاہد پیدا نہیں کیا۔‘‘

۴۔ امام ابو اسحاق السبیعی (۱۲۸ھ) نے امام زید کے متعلق بیان کیا:

رأیت زید بن علي، فلم أر فی أهله مثله، ولا أعلم منه، ولا أفضل، وکان أفصحهم لسانًا، وأکثرهم زهدًا و بیانًا.[2]

’’میں نے زید بن علی کو دیکھا ہے، میں نے ان کے گھر والوں میں سے کسی ایک کو بھی ان جیسا نہ پایا، نہ ان سے بڑھ کر کسی کو علم میں پایا اور نہ ہی کسی کو فضیلت میں ان سے زیادہ دیکھا، وہ ان میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور اِن میں زہد و بیان میں سب سے بڑھ کر تھے۔‘‘

۵۔ امام أعمش (۱۴۷ھ) آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

ما کان فی أهل زید بن علي مثل زید، ولا رأیت فیهم أفضل منه، ولا أفصح ولا أعلم ولا أشجع.[3]

’’امام زید بن علی کے گھرانہ میں کوئی بھی امام زید کی مثل نہیں ہوا، میں نے ان کے گھرانہ میں ان سے زیادہ فضیلت والا، ان سے زیادہ فصیح، ان سے زیادہ

(۱) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸
(۲) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸
(۳) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸

عالم اور ان سے زیادہ شجاع کسی کو نہیں دیکھا۔‘‘

۶۔ امامِ اَعظم ابوحنیفہ نے امام زید کے علمی مقام پر یوں تبصرہ کیا:

شاهدت زيد بن علي، كما شاهدت أهله فما رأيت في زمانه أفقه منه، ولا أعلم، ولا أسرع جوابًا، ولا أبين قولًا. (۱)

’’میں نے زید بن علی کے پاس حاضری دی جیسا کہ ان کے خاندان سے شرفِ ملاقات ہوئی، میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ، ان سے زیادہ عالم، ان سے زیادہ حاضر جواب اور ان سے زیادہ بات کی وضاحت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔‘‘

۷۔ امام مزی (۷۴۲ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی له أبو داود والترمذي والنسائي فی مسند علي وابن ماجة. (۲)

’’امام ابوداؤد، ترمذی (نے سنن میں)، نسائی نے مسند علی میں اور ابنِ ماجہ نے (سنن میں) امام زید سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام ذہبی کے مطابق امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۲۲ھ میں ہوا۔ (۳)

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ابو زهرة، ابوحنيفة: ۷۰ (بحواله الروض النضير)

(۲) مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۹۷

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۰

۳۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام عبدالله بن علي عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

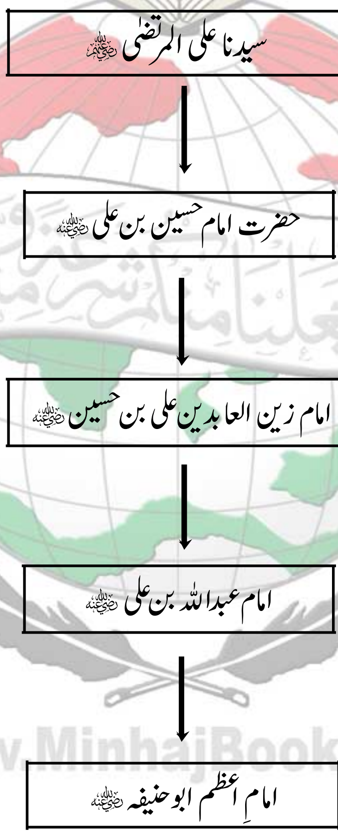

امام عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا مکمل سلسلۂ نسب یوں ہے: عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔

۱۔ امام عبداللہ بن علی نے اپنے والد کے چچا حضرت حسن بن علی بن ابی طالب اور اپنے والد امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔[۱]

۲۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے امام عبداللہ سے اپنی السنن میں روایت کیا ہے۔[۲]

۳۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے امام عبد اللہ بن علی کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔[۳]

امام صالحی شامی نے امام عبداللہ بن علی کا نام امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں لکھا ہے۔[۴]

---

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۵: ۳۲۱
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۲۸۴

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۵: ۳۲۱
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۲۸۴

(۳) ابن حبان، الثقات، ۷: ۲

(۴) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة: ۷۷

۴۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام جعفر الصادق عن الإمام محمّد الباقر عن الإمام علی زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام محمد الباقر بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام جعفر کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو اسماعیل جبکہ لقب صادق ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ امام جعفر صادق کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی حضرت فروہ بنت قاسم بن محمد تھیں اور حضرت فروہ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن تھیں۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ولدني الصديق مرتين.(۱)

''(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے) میری دو مرتبہ ولادت ہوئی ہے۔''

امام جعفر نے اپنے والد محمد الباقر اور اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ عبید اللہ بن ابی رافع
۲۔ عروہ بن زبیر
۳۔ عطاء بن ابی رباح
۴۔ نافع مولیٰ ابنِ عمر
۵۔ محمد بن منکدر
۶۔ ابنِ شہاب زہری
۷۔ مسلم بن ابی مریم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم أجمعین(۲)

امام موفق بن احمد المکی، امام مزی اور امام ذہبی کے مطابق امام جعفر الصادق، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔(۳)

(۱) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۶۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۴۔ ۷۵
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۵

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ، ۱: ۴۲
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۶
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۶

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہِ کرام اور محدّثینِ عظام نے آپ کے بلند علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ صالح بن ابو الاسود کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو بذاتِ خود بیان کرتے ہوئے سنا:

سلوني قبل أن تفقدوني فإنّه لا يحدّثكم أحد بعدي بمثل حديثي. (۱)

’’مجھ سے (علم الحدیث کے متعلق) سوال کیا کرو قبل اس سے کہ تم مجھے نہ پاؤ (یعنی میرا وصال ہو جائے) کیونکہ میرے بعد تمہیں میری طرح کوئی بھی حدیث بیان نہیں کرے گا۔‘‘

۲۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے کس شخص کو سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد. (۲)

’’میں نے امام جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ امامِ اعظم نے اپنے استاد امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ہاں مدینہ منورہ میں دو سال شاگردی اختیار کی۔ آپ نے ان دو سالوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اپنے شیخ کی علمی عظمت کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۶۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۶۶

لو لا السنتان لهلک النعمان.(۱)

”(امام جعفر صادق کے ہاں گزارے ہوئے) اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔“

۴۔ محدّثِ کبیر امام ابو زرعہ سے سوال کیا گیا کہ

عن جعفر بن محمّد عن أبيه، و سهيل عن أبيه، و العلاء عن أبيه، أيها أصحّ؟

”امام جعفر بن محمد کا اپنے والد سے روایت کرنا، سہل کا اپنے والد سے اور علاء کا اپنے والد سے روایت کرنا (کس درجہ کا ہے) ان میں سے کون سا طریق اَصح ہے؟“

انہوں نے فرمایا:

لا يقرن جعفر إلی هؤلاء.(۲)

”امام جعفر (جیسے معتبر شخص) کو ان کے ساتھ نہ ملایا جائے۔“

۵۔ امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتم اپنے والد محدّث کبیر ابو حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

ثقة لا يسأل عن مثله.(۳)

”ثقہ ہیں ان جیسے شخص کے متعلق پوچھا نہیں جاتا۔“

www.MinhajBooks.com

(۱) محمود شكری الألوسي، مختصر التحفة الإثنی عشرية: ۸

(۲) مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

۲۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۶۶

۶۔ امام ابو احمد بن عدی فرماتے ہیں:

و لجعفر حديث كثير عن أبيه عن جابر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم، و عن أبيه عن آبائه، و نسخ لأهل البيت. و قد حدث عنه من الأئمة مثل بن جريج و شعبة وغيرهما. و هو من ثقات الناس.(۱)

’’امام جعفر کے پاس بواسطہ اپنے والد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، (اسی طرح) اپنے والد کے واسطہ سے اپنے آباؤ و اجداد سے کثیر احادیث اور اہلِ بیت (کے طرق) سے کئی نقل شدہ کتب ہیں۔ آپ سے ابنِ جریج اور شعبہ جیسے اجل محدّثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کا شمار ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔‘‘

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ہاں امامِ اعظم کے اِفتاء کی پذیرائی

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مسجدِ حرام میں بیٹھے فتوی دے رہے تھے کہ اس دوران وہاں امام جعفر الصادق تشریف لائے اور لوگوں میں کھڑے ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ کو معلوم ہوا تو کھڑے ہو کر عرض کیا:

يا ابن رسول الله! لو علمت أوّل ما وقفت لما قعدت و أنت قائم، فقال: اجلس فأفتِ الناس، فعلى هذا أدركت آبائي.(۲)

’’اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر مجھے آپ کے یہاں کھڑے ہونے کا علم ہوتا تو آپ کے کھڑے ہوتے ہوئے ہرگز نہ بیٹھتا (نہ لوگوں کو فتوے دیتا۔) آپ نے فرمایا: آپ بیٹھ کر لوگوں کو فتوی دیجئے۔ میں نے اپنے آباؤ و اجداد کو اسی طریقہ پر پایا ہے۔‘‘

(۱) مزی، تهذیب الکمال، ۵: ۷۸

(۲) کردری، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۱۱۶

امام ابو الحسن مدائنی، خلیفہ بن خیاط، زبیر بن بکار اور دیگر ائمہ کے مطابق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۴۸ھ ہجری میں ہوا۔ (۱)

www.MinhajBooks.com

(۱) مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۹۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۵۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا اِمام عبد اللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام عبد الله بن الحسن المثنٰى عن الإمام الحسن المثنٰى بن الحسن المجتبٰى عن الإمام الحسن بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

اِمامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

↓

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن المثنیٰ بن حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ

↓

امام عبد اللہ بن حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہ

↓

اِمامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

www.MinhajBooks.com

امام عبداللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: عبد اللہ بن حسن المثنیٰ بن حسن المجتبیٰ بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے اکابر علماء اور شیوخ میں ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں اور والد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام حسن المثنیٰ تھے۔

امام بخاری، امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی اور امام عسقلانی نے اپنی کتب میں امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ امام عبداللہ نے اپنے والد امام حسن المثنیٰ اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب
۲۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ
۳۔ عبدالرحمٰن بن ہُرمُز الأعرج
۴۔ عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس
۵۔ ابو بکر بن عمرو حزم رحمۃ اللہ تعالی علیہم أجمعین (۱)

امام موفق بن احمد المکی، امام ابنِ بزاز الکردری اور امام محمد بن یوسف صالحی کی تحقیق کے مطابق امام عبداللہ بن حسن، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۵: ۷۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۵
۴۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۱۶۳

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۴۶
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۷۸
۳۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۷۶

امام عبداللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا من علمائنا يكرمون أحدا ما يكرمون عبدالله بن حسن بن حسن.(۱)

’’میں نے اپنے ہم عصر علماء میں کسی ایک کو بھی کسی دوسرے کی اتنی تکریم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی تکریم کرتے۔‘‘

۲۔ امام جریر بن عبدالحمید (۱۸۸ھ) بیان کرتے ہیں:

كان المغيرة إذا ذكر له الحديث عن عبدالله بن الحسن، قال: هذه الروايّة صادقة.(۲)

’’جب مُغیرہ بن مِقْسَم کو امام عبداللہ بن حسن کے طریق سے کوئی حدیث بیان کی جاتی تو وہ کہتے: یہ روایت سچی ہے (اس میں کذب کا کوئی امکان نہیں۔)‘‘

۳۔ امام عبدالخالق بن منصور کہتے ہیں کہ محمد بن عوف انصاری نے یحییٰ بن معین سے حضرت عبداللہ بن حسن کے بارے میں پوچھا جبکہ میں انہیں سن رہا تھا تو امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

هذا عبد الله بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب، ثقة.(۳)

---

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۴۳۲

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۱۶۳

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۴۳۲
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۱۶۳

’’یہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب، ثقہ (راوی) ہیں۔‘‘

۴۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (۳۲۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ محترم ابوحاتم کو فرماتے ہوئے سنا:

عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي، ثقة.(۱)

’’عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، ثقہ ہیں۔‘‘

۵۔ امام ابنِ حبان نے بھی حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی تصنیف **الثقات** میں ثقہ شمار کیا ہے۔(۲)

۶۔ حضرت عبداللہ بن حسن المثنیٰ کا ثقاہت میں بلند رتبہ ہونے ہی کی وجہ سے ائمہ سننِ اربعہ امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی فرماتے ہیں:

روى له الأربعة.(۳)

’’ائمہ سننِ اربعہ نے حضرت عبداللہ بن حسن سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام مزی اور زبیر بن بکّار کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کا ۷۲ سال کی عمر میں کوفہ میں ۱۴۵ ہجری میں وصال ہوا۔(۴)

(۱) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳

(۲) ابن حبان، الثقات، ۷: ۱

(۳) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۷

۲۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۵: ۱۶۳

(۴) مزی، تھذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۷

٦۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسن المُثَلَّث بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہم سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام الحسن المثلّث بن الحسن المثنٰى عن الإمام الحسن المثنٰى بن الحسن المجتبٰى عن الإمام الحسن بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

اِمامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

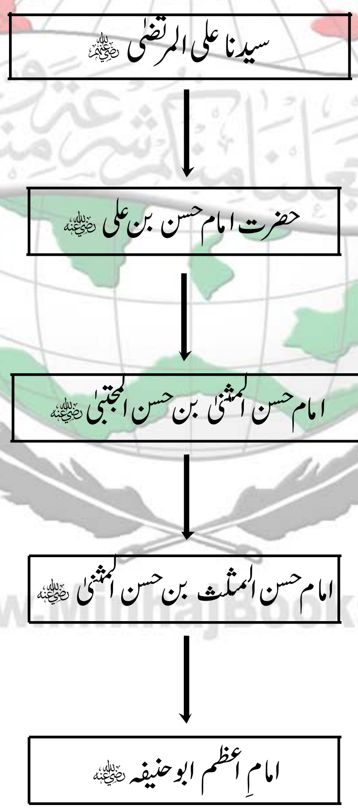

امام حسن المُثَلَّث بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام حسن المثلث کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: حسن المثلّث بن حسن المجتبیٰ بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں اور والد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام حسن المثنیٰ تھے اور آپ امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے بھائی تھے۔

امام مزی اور عسقلانی نے اپنی کتب میں امام حسن المثلث کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے والد امام حسن المثنیٰ اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔(۱)

امامِ اعظم، امام حسن مجتبیٰ کے دوسرے پوتے حسن المثلث بن حسن المثنیٰ کے بھی شاگرد ہیں۔ امام صالحی شامی نے عقود الجمان میں امام حسن المثلث کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔(۲)

امام حسن المُثَلَّث رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہ کرام اور محدّثینِ عظام نے ان کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۳)

۲۔ امام مزی اور امام عسقلانی کے مطابق امام ابنِ ماجہ نے امام حسن المثلث سے اپنی ''السنن'' میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ امام مزی لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ٦: ٨٤

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۳۰

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ٦٩

(۳) ابن حبان، الثقات، ٦: ١٥٩

روى له ابن ماجة حديثًا واحدًا عن أمّه فاطمة بنت الحسين، عن الحسين بن علي، عن فاطمة الكبرى ......[1]

’’امام ابنِ ماجہ نے امام حسن المثلث سے ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین سے، انہوں نے حضرت حسین بن علی سے، انہوں نے سیدہ فاطمہ کبریٰ (بنتِ رسول ﷺ) سے ایک حدیث روایت کی ہے۔‘‘

یہ حدیث امام ابنِ ماجہ نے ’السنن (**كتاب الأطعمة، باب من بات وفي يده ريح غمر**، ۲: ۱۰۹۶، رقم: ۳۲۹۶)‘ میں درج کی ہے۔

امام مزی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت حسن المثلث بن حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۸ سال کی عمر میں ابوجعفر منصور کی قید میں عراق کے علاقہ ہاشمیہ میں ۱۴۵ ہجری میں ہوا۔[2]

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۸۹
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۳۰

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۸۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۳۰

۷۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسن بن زید رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام الحسن بن زيد عن الإمام زيد بن الحسن المجتبىٰ عن الإمام الحسن بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضي الله عنهم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

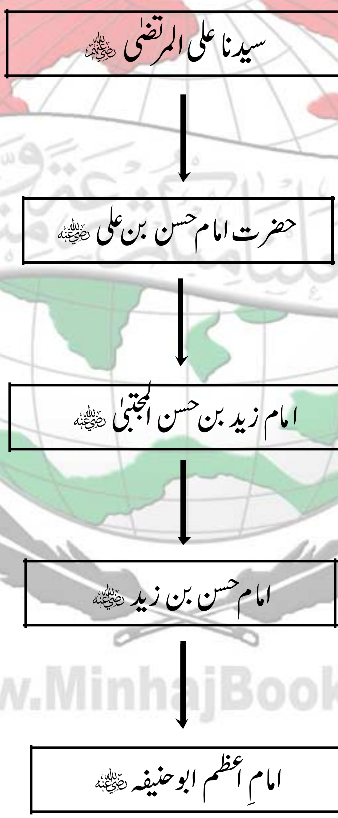

www.MinhajBooks.com

امام حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کا تعارف

امام حسن بن زید کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی المدنی رضی اللہ عنہم۔ امام حسن الانور بن زید الابلج، سیدہ نفیسہ کے والد ہیں۔ آپ خلیفہ ابوجعفر منصور کے دور میں مدینہ منورہ کے گورنر بھی رہے۔

امام بخاری، ابنِ ابی حاتم، ابنِ ماکولا اور مزی نے امام حسن بن زید کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں:

۱۔ اپنے والد زید بن حسن مجتبیٰ
۲۔ چچا کے بیٹے عبداللہ بن حسن
۳۔ عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس
۴۔ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر
۵۔ المطلب بن عبداللہ
۶۔ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم
۷۔ مسلم بن ریاح مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۱)

صاحبِ سیرت الشامیہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے عقود الجمان میں امام حسن بن زید کو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ (۲)

امام حسن بن زید رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام حسن بن زید کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۹۴
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۴
۳۔ ابن ماکولا، الإکمال، ۴: ۱۶
۴۔ مزی، تهذیب الکمال، ۶: ۱۵۲

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۹

الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے امام حسن بن زید کے بارے میں فرمایا ہے:

كانت عنده أحاديث وكان ثقة.(۱)

''آپ کے پاس کئی احادیث مبارکہ تھیں اور آپ ثقہ تھے۔''

۲۔ امام عجلی (۲۶۱ھ) نے امام حسن بن زید کو 'مدنی ثقۃ'' لکھا ہے۔(۲)

۳۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے بھی امام حسن الانور کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۳)

۴۔ امام عسقلانی اور مزی نے لکھا ہے:

روى له النسائي حديثًا واحدًا.(۴)

''صاحبِ سنن امام نسائی نے امام حسن سے ایک حدیث روایت کی ہے۔''

خلیفہ بن خیاط، ابنِ سعد، ابنِ حبان، ابوحسان الزیادی، مزی، ذہبی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ۸۵ سال کی عمر میں مدینہ سے پانچ میل دور مکہ کی طرف حاجر کے مقام پر ۱۶۸ ہجری میں ہوا۔(۵)

عوام الناس میں یہی بات معروف ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صرف امام محمد

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۸۶

(۲) عجلی، معرفۃ الثقات، ۱: ۲۹۴

(۳) ابن حبان، الثقات، ۶: ۱۶۰

(۴) ۱۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۴۳

۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۱۶۲

(۵) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۱۶۲

۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۲: ۲۳۹

۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۴۳

باقر اور امام جعفر صادق کے شاگرد ہیں حالاں کہ آپ ان کے ساتھ ساتھ کل ائمہ اہلِ بیت (جو اس وقت موجود تھے) کے بھی شاگرد ہیں۔ درجِ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امامِ اعظم، سید الشہداء، شہزادۂ رسول ﷺ، جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتوں کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ سید الأمۃ، رَیحانَۃ الرسول ﷺ اور جگر گوشۂ زہراء حضرت امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتوں کے بھی شاگرد ہیں۔ پس جو علم الحدیث بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے بیتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچا، وہی علم سیدنا علی المرتضیٰ کے شہزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہوتا ہوا امامِ اعظم تک پہنچا۔ امام ابوحنیفہ نے ائمۂ اہلِ بیت اور خانوادۂ رسول ﷺ کے تمام چراغوں کی روشنی سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔

اِن طرق کے علاوہ امامِ اعظم کئی دوسرے طرق سے بھی اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے علم الحدیث کے وارث تھے جس کو ہم ذیل میں بالتحقیق بیان کریں گے۔

www.MinhajBooks.com

۸۔ امامِ اعظم ؓ کا امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ ؓ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام الحسن بن محمّد عن الإمام محمّد (ابن الحنفية) بن علی عن سيدنا علی بن أبي طالب ؓ

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

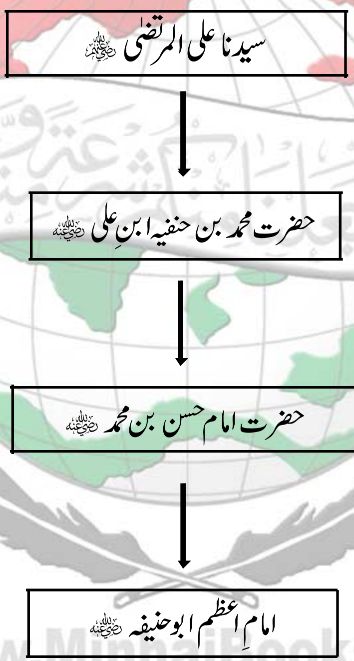

امام حسن بن محمد ابنِ حَنَفِیَّہ رضی اللہ عنہما کا تعارف

سیدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دوسری زوجہ بنو حنفیہ میں سے خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ تھیں جن سے آپ کے صاحبزادے امام محمد بن حنفیہ ہیں۔ لہٰذا اس نسبت سے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ کے بھائی ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حسن، امامِ اعظم کے شیخ تھے۔ اس طرح امام حسن کا مکمل سلسلۂ نسب یوں بنتا ہے: ابو محمد حسن بن محمد (ابنِ حنفیہ) بن علی بن ابی طالب الہاشمی العلوی المدنی رضی اللہ عنہما۔ امام حسن بن محمد کی والدہ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جن کا نام جمال بنت قیس بن مخرمہ بن عبد المطلب بن عبد مناف بن قصی تھا۔(۱)

امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی کی تحقیق کے مطابق امام حسن بن محمد نے اپنے والد حضرت محمد بن حنفیہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث روایت کی ہے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۶۔ عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ
۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۲)

امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ کی فہرست میں امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کا نام بھی درج کیا ہے۔(۳)

---

(۱) عبد الحمید مصطفیٰ، سیرۃ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۳۳۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۷
۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۸: ۸۰
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

(۳) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۹

امام حسن بن محمد ابنِ حَنَفِیَّہ رضی اللہ عنہم کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام حسن بن محمد کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ علم الحدیث کے عظیم سپوت امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (متوفی ۱۲۴ھ) نے امام حسن بن محمد کے علمی مقام کو یوں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

حدّثنا الحسن وعبدالله ابنا محمّد، وكان الحسن أرضاهما في أنفسنا، وفي رواية: وكان الحسن أوثقهما. (۱)

''ہم سے حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادوں حسن اور عبداللہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں میں سے حسن بن محمد ہمیں زیادہ پسند ہیں۔ ایک روایت میں امام زہری سے یہ الفاظ مروی ہیں: حسن بن محمد ان دونوں میں ہمارے نزدیک زیادہ ثقہ ہیں۔''

۲۔ محدّثِ کبیر امام عمرو بن دینار المکی (۱۲۶ھ) نے بلند پایہ محدّث امام زہری کے مقابل امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کے علمی مقام و مرتبہ کو یوں اجاگر کیا ہے:

ما كان الزهري إلا من غلمان الحسن بن محمد. (۲)

''زہری (علمی لحاظ سے) امام حسن بن محمد کے بچوں میں سے تھے۔''

۳۔ امام مِسعر بن کِدام (۱۵۳ھ) بیان کرتے ہیں:

كان الحسن بن محمّد يفسّر قول النبيّ ﷺ وليس منّا، ليس مثلنا. (۳)

(۱) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

(۳) مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

''امام حسن بن محمد، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی ایسی تفسیر کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ ہمارے بیان کی طرح ہوتی۔''

۴۔ امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ) کہتے ہیں کہ میں نے عبدالواحد بن ایمن سے پوچھا کہ جب امام حسن بن محمد مکہ تشریف لاتے اور آپ کے ہاں ٹھہرتے تھے تو ان کے پاس کون سے ائمہ حضرات علمی فیض کے حصول کے لئے آتے؟ انہوں نے فرمایا:

عطاء، وعمرو بن دينار، والزبير بن موسى وغيرهم. (۱)

''عطاء بن ابی رِباح، عمرو بن دینار، زبیر بن موسیٰ اور بہت سارے (اکابر تابعین ان کے پاس حاضر ہوتے)۔''

۵۔ امام محمد بن اسماعیل جعفری آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

وكان حسن من أوثق الناس عند الناس. (۲)

''لوگوں کے نزدیک حسن بن محمد تمام لوگوں میں زیادہ معتبر اور ثقہ تھے۔''

۶۔ خلیفہ بن خیاط (۲۴۰ھ) نے امام حسن بن محمد کو ثقاہت میں اہلِ مدینہ کے ائمہ میں سے ''طبقہ ثانیہ'' میں شمار کیا ہے۔ (۳)

۷۔ امام احمد بن عبد اللہ العجلی (۲۶۱ھ) نے امام حسن بن محمد کو ''تابعی، مدنی اور ثقہ'' لکھا ہے۔ (۴)

(۱) مزی، تهذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

(۲) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۲: ۲۷۶

(۳) مزی، تهذیب الکمال، ۶: ۳۱۷

(۴) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۳۰۰

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۶: ۳۱۸

۸۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) آپ کے علمی مقام کو ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں:

كان من أعلم الناس بالإختلاف. (۱)

’’آپ لوگوں میں سب سے زیادہ (ائمہ کے درمیان علمی و فقہی) اختلاف کو جاننے والے تھے۔‘‘

۹۔ امام دارقطنی (۳۸۵ھ)، امام حسن بن محمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

هو صحيح الحديث، واحتج به أهل الصحيح. (۲)

’’آپ صحیح الحدیث ہیں، ائمہ ثقہ نے آپ کو حجت مانا ہے۔‘‘

۱۰۔ امام مزی اور امام عسقلانی کے مطابق ائمہ صحاحِ ستّہ نے اپنی کتب میں امام حسن بن محمد سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

روىٰ له الجماعة. (۳)

’’آپ سے (ائمہ صحاح ستّہ کی) جماعت نے روایت کیا ہے۔‘‘

امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کی تاریخِ وصال میں اختلاف ہے، خلیفہ بن خیاط

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۶۲
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۹
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۷۶

(۲) ذهبی، ميزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۸: ۸۰

(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۲۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۷۶

وغیرہ کے مطابق آپ کا وصال ۹۹ ہجری میں ہوا۔(۱)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم کو امام حسن اور حسین کے بھائی محمد بن حنفیہ کے طریق سے بھی بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم الحدیث حاصل ہے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۶: ۳۲۲
۲۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۲: ۲۷۶

۹۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام جعفر بن تَمَّام بن عباس رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام جعفر بن تَمَّام عن الإمام تَمَّام بن عباس عن سيدنا عباس بن عبد المطلب رضي الله عنهم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

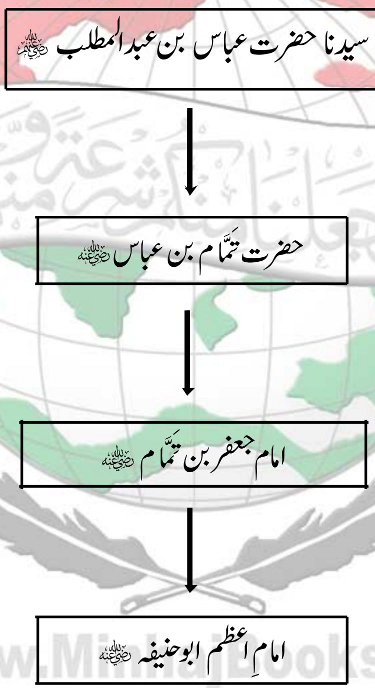

امام جعفر بن تَمَّام رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کے پوتے اور حضرت تَمَّام کے بیٹے جعفر رضی اللہ عنہ بھی امام اعظم کے شیوخ میں سے ہیں۔ رشتہ کے لحاظ سے امام جعفر، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم چچازاد ہیں۔ حضرت جعفر کا سلسلۂ نسب یوں ہے: جعفر بن تمام بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی المدنی رضی اللہ عنہم۔ ان کی والدہ کا نام عالیہ بنت نُھَیْک بن قیس بن معاویہ تھا۔

امام بخاری اور ابنِ ابی حاتم کے مطابق حضرت جعفر نے اپنے والد تَمَّام بن عباس سے روایتِ حدیث کی ہے۔(۱)

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے امام جعفر بن تمام کا نام امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں درج کیا ہے۔(۲)

امام جعفر بن تَمَّام رضی اللہ عنہ کا علمی مقام ومرتبہ

محدّثینِ کرام نے ان کے بلند پایہ علمی مرتبے اور ثقاہت کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے اہلِ مدینہ کے تابعین کے تیسرے طبقہ میں امام جعفر بن تَمَّام کا ذکر کیا ہے۔(۳)

۲۔ محدّثِ کبیر امام ابو زرعہ رازی (۲۶۴ھ) سے حضرت جعفر بن تمام کے بارے

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۱۸۷
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۴۷۵

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۸

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۳۱۶

میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ’’وہ مدنی ثقہ ہیں۔‘‘(۱)

۳۔ امام الجرح والتعدیل ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے اپنی کتاب ’’**الثقات**‘‘ میں حضرت جعفر بن تمام کا ذکر کیا ہے۔(۲)

خلاصۂ بحث

امامِ اعظم تاریخِ اسلام کی وہ واحد علمی شخصیت ہیں جو نہ صرف خلفائے راشدین المہدیین، صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کے علم الحدیث کے جامع ہیں بلکہ آپ امام محمد الباقر، امام زید بن علی، امام عبداللہ بن علی، امام جعفر الصادق، امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ، امام حسن المثلث بن حسن المثنیٰ، امام حسن بن زید، امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ اور امام جعفر بن تمّام بن عباس جیسے عظیم ائمہ اہلِ بیت کے ذریعے اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے تمام علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ یہ اسانید اعلیٰ اور ارفع ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد اور یکتا بھی ہیں کہ امامِ اعظم کے علاوہ روئے زمین پر فقہ و حدیث کا کوئی اور امام براہِ راست ان مقدس شخصیات سے علمی خوشہ چینی کا دعوے دار نہیں۔ ان سلاسلِ عظیمہ سے نسبت کی بدولت آپ علم اہلِ بیت اور فیضانِ اہلِ بیت کے بھی وارث ہیں۔

ائمہ اہلِ بیت کے طریق سے بیان کردہ سند بھی باعثِ برکت ہے

سنن ابنِ ماجہ میں ایک حدیثِ مبارکہ مروی ہے جس کی سند امام علی بن موسیٰ رضا سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کے راوی ابوصلت عبدالسلام بن صالح الھروی نے اس حدیث کی مقدس اور بابرکت سند کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر صرف اس سند کو ہی پڑھ کر کسی

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۲: ۴۷۵

۲۔ عسقلانی، تعجیل المنفعة، ۱: ۷۰

(۲) ابن حبان، الثقات، ۶: ۱۳۲

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

پاگل کو دم کر دیا جائے تو اسے شفا نصیب ہو جائے گی۔ امام ابنِ ماجہ کے طریق سے بیان کردہ اس سند اور راوی کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ السَّلامِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَبِي الصَّلْتِ الْهَرَوِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ’’الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ.‘‘

قَالَ أَبُو الصَّلْتِ: لَوْ قُرِئَ هَذَا الإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ. (۱)

’’ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے مروی ہے، (انہوں نے کہا:) ہم سے امام علی بن موسیٰ رضا نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے روایت کیا، انہوں نے امام جعفر بن محمد الصادق سے روایت کیا، انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے، انہوں نے امام علی بن حسین زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے) کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ایمان دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکانِ (اسلام) پر عمل کرنے کا نام ہے۔‘‘

’’(راوی) ابوصلت ہروی نے (اس سند اور متن کو نقل کرنے کے بعد) کہا ہے: **اگر یہ سند پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔‘‘**

---

(۱) ۱۔ ابن ماجۃ، السنن، کتاب المقدمۃ، باب فی الإیمان، ۱: ۲۵، رقم: ۶۵
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۲۲۶، رقم: ۶۲۵۴
۳۔ بیھقی، شعب الإیمان، ۱: ۴۷، رقم: ۱۶
۴۔ کنانی، مصباح الزجاجۃ، ۱: ۲۱، رقم: ۲۳

سندِ حدیث پر اعتراض کے جوابات

۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء بروز بدھ تحریکِ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر ایک عظیم الشان ''امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امام الائمہ فی الحدیث'' کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں اہلِ علم کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ اس کانفرنس کے بعد ایک صاحب نے راویِ حدیث ''ابو صلت ہروی'' کے بارے میں ہمیں ایک خط لکھا کہ ''میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ابوصلت ہروی کے ضعف پر محدّثین متفق ہیں، لہٰذا اس کی وضاحت کریں۔''

ہم نے انہیں جواباً لکھا کہ ابوصلت ہروی نے چونکہ اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایات بیان کی ہیں اس وجہ سے بعض احباب نے ان کو شیعہ سمجھا اور ان کی ثقاہت وصدق کو ضعف قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر ائمہِ حدیث وفنِ رجال نے اُن کو صدوق، ثقہ، ضابط اور صالح قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں عظیم نقاد محدّثین کی تصریحات مع حوالہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ناقدینِ حدیث کے امام یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ)، ابو صلت ہروی کو ثقہ اور صدوق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسا شخص نہیں ہے جس کو جھٹلایا جائے۔[۱]

۲۔ امام دارقطنی نے انہیں 'ثقہ' اور امام احمد بن حنبل نے انہیں 'صدوق' کہا ہے۔[۲]

۳۔ امام المحدّثین احمد بن عبد اللہ عجلی (۲۶۱ھ) نے انہیں ثقہ کہا ہے۔[۳]

۴۔ امام ابوداؤد (۲۷۵ھ) نے انہیں ''ضابط'' قرار دیا ہے۔[۴]

---

(۱) ذهبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۴: ۳۴۸

(۲) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دهلوی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۸

(۳) عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۹۴

(۴) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۶: ۲۸۶

۵۔ امام حاکم نے بھی امام یحییٰ بن معین کا قول دہرایا ہے۔(۱)

۶۔ امام ابو سعید ہروی سے دو بار اِن کے بارے میں پوچھا گیا، لیکن انہوں نے سکوت اختیار کیا۔(۲)

۷۔ امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے ابو صلت ہروی سے روایت کیا ہے۔(۳)

۸۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ یہ مشرباً شیعہ تھے لیکن محدّثین نے ان کی روایات کو صدق کے ساتھ متصف کیا ہے۔(۴)

۹۔ امام ذہبی نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے: ’’صالح شخص ہیں۔‘‘(۵)

خطیب بغدادی نے ابوصلت ہروی کے بغیر اسی سند کو بیان کیا ہے

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ابو صلت ہروی کا یہ جملہ اس حدیث کے متن پر نہیں بلکہ سند پر ہے۔ اسی سند کو بعینہٖ خطیب بغدادی نے ابوصلت کے بغیر ایک دوسرے راوی محمد بن سہل بن عامر بجلی کوفی سے روایت کیا ہے۔(۶)

ابو صلت ہروی کے بارے میں ائمہ محدّثین کی تصریحات اور خصوصاً محمد بن سہل کی بیان کردہ اسی اسناد کے بعد نہ تو شک وشبہ کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی اشکال باقی رہا ہے لہٰذا ہم اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس سند کے توسط سے شفا اور برکت کے حصول کو جائز مانتے ہیں۔ جہاں تک امامِ اعظم کے اِن تمام ائمہ اہلِ بیت سے علمی فیض

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ٦: ٢٨٦
(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ٦: ٢٨٦
(۳) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دهلوی، شرح سنن ابن ماجه، ١: ٨
(۴) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دهلوی، شرح سنن ابن ماجه، ١: ٨
(۵) ذهبی، ميزان الإعتدال فی نقد الرجال، ٤: ٣٤٨
(۶) خطیب بغدادی، تاريخ بغداد، ١: ٢٥٥

یاب ہونے کا تعلق ہے تو اگر سندِ ائمہ اہلِ بیت کے اسماء کے توسل سے شفا اور برکت حاصل کی جاتی ہے تو اُن مقدس و روحانی ہستیوں کی قربت وصحبت کے فیوض و برکات کا عالم کیا ہوگا؟ یقیناً پورے عالمِ اسلام میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد ہستی ہیں جنہیں اپنے دور میں ان تمام ائمہ اہلِ بیت کی قربت نصیب ہوئی جس کی بدولت آپ علمِ اہلِ بیت اور فیضِ اہلِ بیت کے گراں قدر انعامات سے سرفراز ہو کر ''امامِ اعظم'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

www.MinhajBooks.com